

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय
इलाहाबाद

बर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या..... 1204

بالشور و کشتن برای

آپو معلوم ہو کہ مزدور کیلئے کا ایک قطرہ بادشاہ کے خون کے چھوٹے جوتے
فوارہ سے زیادہ قیمتی ہے۔ 16.



جس میں ابتدا پسند اور حکمران طبقہ کی جفا کاریوں اور تم شعار یوں کا
نقشہ کھینچا گیا ہے اور حصول آزادی کیلئے ایک سید ہمارے بنایا گیا ہے مظلوم اور محکوم قوم کیلئے
آئینہ ہے ہر محکوم اور مظلوم فرد کا فرض ہے کہ اس آئینہ میں اپنی صورت زار دیکھے اور آزادی کی حق
مصنفہ عالیجناب شیخ الدین احمد نصاری (ضال شرقی)

جسے بعد اخذ حقوق

مینجر صدیق بک پوٹو لکھنؤ

ہندو برقی پریس لکھنؤ میں چھپو اور شائع کیا

قیمت نمونہ

Dr. S. J. - 1

منہ چلی ناول

حسین انی

ان کا کتب شہرہ افاق ہیں بتائے کی ضرورت نہیں
 آپ کے منسوب دیکھ کر بڑے ہمت والوں کے چہرے
 پست ہیں، چلائیے یہاں لڑنا آپ کے لیے کچھ کھیل ہے
 دودھ چاکھو، ٹکاٹکا لڑائی ہمارے کا ادنیٰ گوشہ ہر گزرت منہ
 لے کر اگر کھی ناک پر بھی تو مارے غصہ کھی مہ ناک نڈار
 جیسے میرے مسک حالات اگر بڑے ڈیٹھ نہ کیا۔ قیمت ۲۱

چہرے راج کے زمانے کا ایک نئی ناول شہرہ افاق
 اور چہرے راج کی معرکہ آرائی مسلمان و غیر مسلم
 جانا بازی اور سرخوشی راہپوتوں کی بھادری رزم
 بنم کے سین تاج کی تاریخ کھنڈ کا قصہ عشق کی موت کا
 نے لطف دو بالا کر دیا ہے قیمت ۲۲

نظم عشق

محبت کی سچی داستان جوش محبت میں نصبت
 اٹھانا عشق صادق کا اثر عاشق و معشوق کا
 بامراد ہونا اور مرثا آئینہ زندگی کی ابتلا قیمت ۲۳

تورہا و لھا

تورہا و لھا
 پڑھے روکی ایک کہن لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا
 میرا نتیجہ لڑکی کا صبر و شہیدانہ ساتھ اپنے جذبات کا رونا
 مان رہا ہے کسی لالچ رکھنا۔ انجم دردناک قیمت ۲۴

شرکی حرم

شرکی حرم
 شرکی حرم کے واقعات کو کھل کھلا سامنے لایا
 میری سون کی معاشقہ خرابیوں پر روشنی آتی ہے
 شرکی حرم کے عشق کی سرشار سازبان
 کچھ دلچسپانہ ہے

منہ چلی کے بڑے واسے تو اسے کیا پڑھیں گے بھگت
 البتہ اسے ٹوہ کر لی جاسکتے ہیں عشق صادق اور جذب
 کامل کا انجام۔ قصہ تمام نہیں لیکن جوش کہات ہے
 دلوں کے لیے انہیں کی آواز باز گشت ہے۔ قیمت ۲۵

درد و دل

درد و دل کسے کون کوئی بھی غم خواہ نہیں
 لے لے خدا تیرے سوا کوئی مددگار نہیں
 ایک دلچسپ و خوب خزانہ نئی لغت اور ایک محبت خزانہ
 عشق کی تریبار چاشنی ایک حسین و دلکش خزانہ
 امیدوں اور حسرتوں کا دردناک
 خون۔ دل ہلا دینے والے و بھگت
 قیمت دو روپے ۲۶

صداقت بکیر و بکیر

صداقت بکیر و بکیر
 صداقت بکیر و بکیر کی کہانی ہیں بہت دلچسپانہ ہے
 قیمت ۲۷

تنبہ پیدا کن از مشیت غیب ارے تے محکم تراز سنگین جھارے
 درون او دل درد آشناے چو جوئے در گنار کوہ ہر اس

میں تم کو تمہاری گم شدہ چیز دلانا چاہتا ہوں
 ایک مزدور کے پینہ کا ایک قطرہ ایک بادشاہ کے خون کے
 جھوٹے ہوئے قوارے سے زیادہ قیمتی ہے
 آزادی ایک خوبصورت اور نازک خور ہے جو اپنے مہربان
 تم سے تمہارے خون کے چند چکتنے ہوئے قطرے مانگتی ہے

بالشوایک شہزادی

از خانہ

فصیح کلام فصیح الدین احمد انصاری اٹاوی (من اضل شریقات)

سابق ٹوٹیر اخبار شمسی و مسلم مترجم و مصنف کتب شرف

و ڈاکٹر کمر دار الارشاد لاہور (پنجاب)

جسے بعد اقد حق تصنیف

منجر صدیق بک ڈپلو۔ لکھنؤ

ہمد م برقی پریس لکھنؤ سے چھپو کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم بالشویک شہزادی

دوس سے ملی ہوئی وہ سرزمین جس کا شمار سرحد دوس میں کیا جاتا ہے۔ اور جس پر دریا
اور گلستانا ہوا ہے انداز تلامطمہ و نجوم کا ایک حیرت انگیز دستخیز رکھتا ہوا ہے۔ اس خشیت
سے خاص وقعت رکھتی ہے کہ اس پر بسنے والے انسان انتہاءِ جہ کے محنتی و جانکش ہوتے ہیں۔
ہم اس سرزمین اور اسی خطہ ارض کے سیاحت میں معروف ہیں کہ ہم کو بیماری جان بچانی۔ ایک
شب دریا سے اس کے کنارے ہو چانی ہے۔ اس مقام پر دریا قدرتی طور پر دو سرسبز پہاڑوں
کے درمیان ہو کر گزرتا ہے۔ فطرتی دلچسپی۔ غیر معمولی طریق پر ہمارے دل میں اس مقام پر چھڑ جائیکا
نہ تھنے والا دل پیدا کرتی ہے۔

اس وقت دریا سے اس اپنے وسیع باٹ کو لیے ہوئے نکلی گئی لہرون اور دہمی دہمی موجوں
کے ساتھ گھبرا رہا ہے اور اس میں آکا، کامل کا عکس کچھ اس طرح اتر رہا ہے جیسے کسی آئینہ دو کا چہرہ
آئینہ میں۔ دریا سے اس کی موجودہ نظر فریبی کو مشاہدہ کرنے والی ہستیاں غالباً اس لئے نہیں
بس پیش نہ کریں گی۔ کہ دریا اپنی گود میں چاند کو لئے ہوئے بہت کچھ اترتا ہوا مصروف
روانی ہے۔ دریا کے دونوں کناروں پر قدرت کا اگایا ہوا منبر ہے۔ یہ انتہا صبرہ افزوی کردہ
ہے کہ زبان سے بے ساختہ العظیمة اللہ ہمارے ہی ہوتا ہے۔

پرسبہ دریا کے کنارے سے شروع ہو کر غور و دور پر ختم ہو جاتا ہے اور چہرہ گیستاؤں
کی دہی رنگ ملنے لگتی ہے۔ جو دن میں ہواؤں کے تیز و تند چھو کیوں کے ساتھ اتر کر فضلے
آسانی تک کی خبر آتی ہے۔ دور اپنی پرواز سے غول بیابانی کا نقشہ پیش نظر کر دیتی ہے۔ گریبان
کے ان چٹیل پہاڑوں میں کہ جتنی دھرت کے نظارہ میں چاند معروف مشاہدہ ہے۔ چند مکانی
کی ایک بستی بھی آباد ہے۔ مکان بہت چھوٹی چھوٹی دیواروں کے کچے بنے ہوئے ہیں۔ مکانوں کی
ترتیب اور گلیوں کی حالت دیکھتے ہوئے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس موضع کے باشندے

مراعت ہمیشہ ہیں۔ یہ لوگ فی الحقیقت اس حیثیت سے قابل رشک اور خوش قسمت ہیں کہ خداوند قادر
دیر تر نے انھیں اسکا کیا اچھا موقعہ دیا ہے کہ یہ دریائے ارس اور بہاڑی سلسلوں کی فطرتی
دل بھلنے والی سینہ لوں کا نظارہ کریں۔

اس موضع میں داخل ہوتے ہوئے دلہنے ہاتھ کی جانب ایک مکان ملتا ہے جو بلندی ٹوٹی
اور مکانیت کی حیثیت سے موضع کے دوسرے مکانوں سے بڑھا معلوم ہوتا ہے۔
یہ مکان موضع کے ایک مسلمان ذراعت پیشہ شخص نسیم خان کا ہے۔ اس کا گھر چھوٹے چھوٹے
بچوں بچوں اور جوان لڑکوں سے بھر اظہار ہے۔ مکان کے سامنے واسلے چوتڑے ہر
نسیم خان اور اس کے ارد گرد اور بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب
کسان پیشہ ہیں جو اپنے دن کے کھیتی کے کام کاج سے فارغ ہو کر اسوقت خوش گیسٹوں کے لیے
میان جمع ہوئے ہیں۔

نسیم خان اور اس کے دوست احباب جو باہمی گفتگو اسوقت ہو رہی ہے وہ سننے کے قائل
نسیم خان کے پاس جو لوگ بیٹھے ہیں ان کے نام یہ ہیں غنی خان، اکبر خان، بہادر خان وغیرہ
بہادر خان پچھلے سال کی فصل بارش میں بالکل ضائع ہو گئی۔ اس سال کا نقصان بھی تک
ستارہ ہے گنا جاتا ہے کہ چائے باپ دادا انھیں زمینوں سے لاکھوں میں غلبہ پیدا کرتے تھے۔
لیکن آج اُس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں پیدا ہوتا۔

نسیم خان۔ بھائی کچھ نہ پتہ چلے گا ان کی زندگی قابل شہس ہے اور موت بھی۔ تم پچھلے سال کو رو رہے
ہو۔ بھائی میں تو مدتوں سے اس حالت کو رو رہا ہوں۔ یہ سب سب بزرگ گھٹے کہ میں نے پیٹ بھردی
نہیں کھا لی بال بچے والے کی تو اس زمانہ میں ہر سب اپنی حالت پر رونا اٹا ہے۔

غنی خان۔ اصل میں غلہ کا زیادہ پیدا ہونا رعیت کی خوشحالی کے سبب کامیاب ہونا زمین
میں بہتوں کا زیادہ آنا۔ بیماریوں اور وباؤں سے علاوہ کا محفوظ رہنا یہ سب حکومت کرنے والوں
اور مندر کھنے والوں کی نیک نیتی پر موقوف ہے۔

اکبر خان۔ بات کاٹ کر آپ نے بالکل بجا فرمایا۔ بالکل سچ ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ
ہمیں زمینداروں کی چہرے ان کے ان کی گردن پر میدرتی جلتی ہے یہی حکومت کی اللہ داری کا جھکر
ہے۔ فرار عین کے مقابلہ میں جو شہرے تمام رہتا ہے۔ اندر تو اور اسنے سے اسنے حرمت کے طراز
مرداری ملا ہے۔ اس وقت ہم کو دلیل سمجھتے ہیں کہ جسکا ذکر کرتے رونا اٹتا ہے۔

یہ باتیں پہنچیں تھیں کہ مکان کا دروازہ کھلتا ہے اور ایک چھوٹا سا بچہ نکل کر نسیم خان کو خطاب کرتا ہے چچا جان۔ چچا جان آپ کو امی جان بلاتی ہیں۔ نسیم خان نے اپنے دوستوں سے یہ کہہ کر معلوم نہیں کس کام کو بلاتی ہیں ذرا سُن لوں تم لوگ بیٹھ رہو۔ ابھی آنا ہوں۔ اب ٹھنڈ ہے اور گرمین آتا ہے۔ مگر کچھ سمست صحنی میں الگنی پر چہ دیکھ کر۔ دیکھتے ہیں کیا کوئی آیا ہے؟ جو پردہ ہڑا ہے۔ اس کے پوچھنے پر یوی کہتی ہے کہ ان تھا رسے چچا کے یہاں سے ایک یوی ایمن ہیں انہوں نے کچھ بات چیت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ نسیم خان۔ اچھا بڑی بی نشرف لائی ہیں۔ ہم تو ان کی گود کے کھلائے ہوئے ہیں۔ ہم سے بھی پردہ ہوتا ہے۔

نسیم بیگ پردہ کی پاس والی چارپائی پر بیٹھ جاتا ہے اور اس چارپائی سے ملی ہوئی چارپائی پر نسیم بیگ کی یوی اور ساس بیٹھ جاتی ہیں۔

نسیم بیگ (آئی ہوئی بڑی بی سے خطاب کر کے) آداب عرض بڑی بی۔ کیسے فرائج تو اچھا ہے؟ بڑی بی جیو پو توں چلو۔ دودھوں نہاؤ۔ زندگی میں برکت ہوئے۔ پیٹ بڑھیا کا مزاج کیا پوچھتے ہو۔ تمہیں لوگوں کی خیریت سن سن کر جیتی ہوں۔ اب بڑھاپا ہے قسیر میں باؤن لٹک رہے ہیں۔ ہوں۔ ٹانگوں اور کمر میں درد کچھ ایسا ہے کہ لاکھ علاج کیا۔ نہ گیا۔ یہ سب ضعیفی کے نمائندے ہیں۔ جو اللہ میان دکھائیں گے اس بڑھاپے میں دیکھنا پڑیگا۔ ہماری دعائیں خیر۔ چون کے لیے بھی کافی ہیں چلو چلو چھو کر یوں کے بیاہ کر دو خوشیاں رجاؤ۔ نسیم بیگ۔ چچا کے کمر میں سب خیریت ہے۔ چچی کی طبیعت ان دنوں سنا تھا کہ کچھ خراب ہو گئی تھی اب کیا حال ہے۔

بڑی بی۔ بان میان سب خیریت ہے۔ ہماری چچی بھی بیماری اچھی نہیں رہتیں جب سے جوان بیٹی دنیا سے سدھاری ان کی زندگی کا مزہ اپنے ساتھ لے گئی۔ کچھ بیمار تو نہیں ہیں لیکن لھلھل کر کاٹا ہوئی جا رہی ہیں۔ تمہارے چچا اور چچی نے تمہیں بہت بہت دعائیں دی ہیں اور پوچھا ہے کہ آدمی پر آدمی بھی خطر خطبہ جو خود تم اپنی حرکت تک نہیں دیکھتے ہو۔ نسیم بیگ۔ بڑی بی! کیا بتاؤں کن فنکرون میں مبتلا رہتا ہوں دم بھر کو ذرعت نہیں لیتی ذرا ہلٹوں کام بگڑا۔ ورنہ دو ایک روز کے لیے اُسے جانے کے لیے مجھے کیا عذر ہو سکتا تھا

بڑھی بی۔ میرے بچے کو کاسہ کی فکر نہ تھی دھنوں کو فکر تھی ہون تھیں کا ہسکی فکر۔

نسیم بیگ۔ اس ٹھنی پاڑی کی۔

بڑھی بی۔ رنکڑن تو سبھی کسانوں کو راکرنی ہیں۔ کیا کوئی عزیزوں اور ناتہ داروں سے ملنا جلتا چھوڑ دیتا ہے۔

نسیم بیگ کچھ پیری موجودہ نشوونما اور کسانوں کی فکر کو دیکھ کر کہہ سکتی ہیں (دھیمی آواز سے) ماشا اللہ جمال آرا (نسیم بیگ کی جوان بیٹی)۔ اب سیانی ہو گئی ہے اُس سے نکاح بیاہ کی فکر دن میں راکرنا ہوں۔

بڑھی بی۔ ہاں ماشا اللہ نظر بد دور اور کیا راہ پر نظر ڈالکر، ہاں یہ تو بتاؤ۔ جمال آرا ہے کمان۔

رشیدہ خاتم۔ (نسیم بیگ کی پوری) نہیں خالہ ادھ اپنی عانی کے یہاں لگی ہوئی ہیں وہ زیادہ تر دہن رہتی ہیں۔ ادھر بیمار ہو گئی تھیں۔ میں نے کہا جاؤ اپنی مومانی کے یہاں چھوڑ دوزرہ آؤ۔ اور وہاں اپنی ہسوں میں طبیعت بہلا آؤ۔ وہ بیکاری یہاں بہت بھر جاتی ہے ہم سب اپنے کام کاج میں مگے رہتے ہیں۔ بیکار چپا دوار کی طرح کب تک بیٹھی رہے۔ ایک بات دوسرے یہ کہ اُن کی ماموں داد بہنیں اُنھیں کی پیچھون بھی ہیں۔ بچنے سے ساتھ کی ٹھنی کو دی۔ برسی سی ہیں۔ گھر بھر میں اُنہیں سے بہت مانوس ہیں۔ اُنھیں کی صحت میں بھر لکھ پڑھ بھی لگی ہیں۔ قرآن شریف شتم کر لیا ہے۔ اور سلاسل۔ خدا اور رسول کے ذکر کی کتابیں بھی بہت صفائی سے پڑھ لیتی ہیں۔

ابھی ان کو، حمائی آئین تھیں کہ بالا خانہ پر جمال آرا اور خالہ یہ سب بیٹھی ہوئی اخبار اور کتابیں پڑھا کرتی ہیں۔ اور صبح اٹھتے ہی دونوں وضو کر کے نماز پڑھتی ہیں۔ اور اس کے بعد اسی بالا خانہ پر جا کر دونوں ایک ساتھ قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہیں۔

ان کی حمائی اپنی بہن کو دیکھنے کے لئے پھر جائیں گی۔ راستہ میں شاید دو چار دن کے لئے یہاں بھی آئیں۔

بڑھی بی (نسیم بیگ کو خطاب کرتے ہوئے) بیٹا تمہاری بیٹی بہت ہی لائق اور سادہ مند ہے تم خوش نصیب ہو کہ خدا نے اپنے رحم و کرم سے ایسی سادہ مندی بیٹی تمہیں عنایت کی تمہاری چچی نے تمہیں پوچھا ہے کہ جمال آرا کا کمان کمان سے ذکر آیا ہے۔

نسیم بیگم - بڑی بی - اس کے لیے بہت سی جگہ سے پیام آئے ہیں - اور برابر آرہے ہیں -
 قریب سے بھی اور دور سے بھی ابھی خاص طور پر کوئی بات چیت نہیں ہوئی ہے - جہاں
 خاندان دانوں کی رائے ہو گی - اسی جگہ میری بھی رائے ہے - خانہ ان میں اور کون بڑا
 رہا ہے - بچا اور چچی بی ہیں - جیسا وہ کہیں گے - ویسا ہی عمل میں لاؤں گا - ہاں کہ
 اُنھوں نے کچھ اُس کے متعلق کہا ہے -

بڑی بی - ہاں بیٹا اُنھوں نے کہا ہے - کہ حال آرا خدا رکے سیانی ہو گئی ہے - فزاہہ داغ -
 (گلاؤں کا نام) میں جات خان نامی ایک مین دار رہتے ہیں - بہت ہی نیک اور سیدھے سادہ
 آدمی ہیں ذات رات کے بھی اچھے ہیں ان کا ایک جوان بیٹا ہے - جب کا نام حمید اللہ خان ہے
 وہ بھی اپنے باپ کی طرح بہت ہی نیک اور لائق ہے - چال چلن کا بھی اچھا ہے بڑھا لکھا
 ہے - سب اس کی تعریف کرتے ہیں - ہمارے خیال میں حال آرا کا نکل جاسا اس کے سے کڑ
 چلے - گھر دیکھا بھال ہے - غالباً لڑکے کے باپ سے تم خود بھی واقف ہو گے -
 نسیم خان - جات اللہ خان کون - دلاور خان کے بھائی -

بڑی بی - ہاں -

نسیم خان - میں اُن سے خوب واقف ہوں واقعی وہ بہت اچھے لوگ ہیں -
 رشیدہ خانم - وہی جو تمہارے پاس پرولن آکر ہنس مہنس کر باتیں کیا کرتے تھے ؟ حقیقتہً
 بہت اچھے لوگ ہیں - جب تم بیمار تھے تو راتوں کو آکر تمہاری حالت پوچھتے تھے -
 نسیم خان - بڑی بی - آپ چچی سے سلام کہہ دیجئے گا اور جواب میں اس قدر عرض کر دیجئے گا کہ آپ بڑا
 ہیں لڑکی کے بھی اور میرے بھی جیسی آپ کی رائے ہو گی وہی ہو گا - (اپنی بیوی کو خطاب کر کے)
 کیوں جمال آرا کی امان ٹھیک ہے -

رشیدہ خانم - ہاں اور کیا - گھر ان کی وہ بڑی بوڑھی ہیں - جیسا کچھ وہ کہیں گی وہی مناسب
 گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ باہر سے نسیم خان کو پکارنے کی آواز آئی -
 نسیم خان - لکڑ باہر جا آپ کہ او بیو باہر آدمی بیٹھے رہے - اچھا بڑی بی آپ جا
 دیجئے رات زیادہ لگی آپ نہیں آرام کیجئے - جمال آرا کی امان ! اُنھیں کھانا وغیرہ کھا
 چاؤ وغیرہ کا بندوبست کرو -
 بڑی بی - جیسے رہو بیٹا کھالوں گی -

نہم خان! ہر جا کر اپنے ساتھیوں سے دیر ہو جانے کی ہمدرد کرتا ہے۔ اور باتوں میں مصروف ہوتا ہے۔

میرے دل کے غزانے میں

محبت کے سچے موتی ہیں !!!

کوہستان شہر دلیان کا وسیع سلسلہ سرحدوں پہت کچھ حاوی ہے اسی سلسلہ کی ایک پہاڑی کے دامن میں مظہر بدیع آباد ہے۔ یہ موضع اس پاس میں درمیل کے موضوع سے یقیناً بڑا معلوم ہوتا ہے۔ اس موضع میں دراعت پیشہ اور ملازمت پیشہ دونوں قسم کے اشخاص رہتے ہیں۔ گاؤں سے نکل کر دس بندرہ قدم چلنے پر ایک نیا اور پختہ مکان نظر آتا ہے جس پر ایک بالا خانہ بھی بنا ہوا ہے۔

دن کے دس بج چکے ہیں اور آفتاب اپنے اثرات نادیدہ سے اس سلسلہ کو ہستان کے ذرے ذرے کو آشکدہ بنائے ہوئے ہے۔ اس وقت ہم ناظرین کی توجہ مذکورہ بالا مکان کی جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں۔

اس مکان کے پنجے کے تختے میں ادھر طریم کی عورتیں گھر کے کاروبار میں مصروف نظر آ رہی ہیں۔ ناظرین یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ کون موضع ہے اور یہ کس کا مکان ہے۔ وہی موضع ہے جبکہ کاذر نسیم خان کی بیوی نے اُن بڑی بی سے کیا تھا جو نسیم خان کی چچی کی بھیجی ہوئی آئین تھیں۔ اور یہ وہی مکان ہے جس میں ہمارے ناول کی ہیروئن جمال آرا کی شادی رہتی ہیں اور آج کل جمال آرا بھی یہیں ٹھہری ہوئی ہیں۔ یعنی اُن کی ممانی کا مکان ہے۔ ہمارے ناظرین کی تجسس نظر میں اس مکان میں جمال آرا کے جمال چہرہ ان کے نظارہ کے لیے جھٹک رہی ہوں گی۔ وہ اس وقت مکان کے پنجے کے حصہ میں نہیں ہیں بلکہ اپنی بھی رفیقہ اور مول زارہ میں خالدہ خانم کے ساتھ بالا خانہ کے کمرے میں بیٹھی ہوئی ملا رہی ہے۔ اُن کے اُنٹھار کٹا میں پڑھ رہی ہیں۔ پنجے سے خالدہ خانم کی والدہ۔ یعنی ہماری ہیروئن جمال آرا کی ملحقہ عصبہ میں خالدہ خانم کو کبھی جھکتی اور یہ کہتی ہوئی اور برا بھونچت کہ خالدہ! خالدہ! یہ کیا بات ہو کہ میں نے پنجے سے تم کو اتنی آوازیں دین لیکن اس طرح کان بند کر لیتے ہیں

تو یا کچھ سنتی ہی نہیں۔۔۔ بچی کچھ ابھی چھوٹی نہیں ہو۔ جب سے بنیا !
 دجال آرا کیا آئی ہیں۔ تمام مزاج اور رنگ لیا ہے۔ اب انا کٹریانی ہو گئی ہو۔ گھر بھر کے کام
 کلاج دیکھ لیا کرو۔ پڑھنا لکھنا ابھی بات ہے لیکن میں برابر بھاتی ہوں کہ تم دعاوی کاموں میں اتنا بڑا
 کرو لیکن نہیں باز آتی ہو۔ وہ چھوٹا ہی کیا جو بڑوں کا کانا نہ مانے۔
 خالدہ خانم۔ اما جان آپا سعد خفا کا ہیکو ہوتی ہیں۔ کوئی کام فرمائیں۔ بندی حاضر ہے۔
 چنے بیٹی تھی۔ دیکھا کوئی کام نہیں۔ سوچا کہ اوپر میں کی طبیعت گھبراہی ہوگی اسلئے میں ادھر لگی۔
 خالدہ خانم کی والدہ مکالم کیا ہوتا۔ اما سن دان لائی ہے اسے اپنے سنے وزن کراو۔
 خالدہ خانم۔ چلے میں چلتی ہوں۔

خالدہ خانم ادران کی والدہ دونوں بالا خانے سے انکر بنے آتی ہیں۔
 خالدہ خانم کی والدہ جمال آرا سے بکا کر کستی ہیں کہ بنیا گھبرا نہیں خالدہ ابھی آتی ہے۔
 سوفت بالا خانہ کے کہ میں ہمارے ناول کی پیرویں جمال آرا تنہا بیٹھی ہوئی۔ ایک کتاب
 دیکھ رہی ہے۔ یکایک اسکے دلیں معلوم کن کیفیات کا گذر ہوتا ہے کہ وہ کتاب بند کر کے قریب
 کی سہری پر لیٹ جاتی ہو۔ اور اپنے دل کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے۔
 اے دل! میں تجھے کیسے سمجھاؤں۔ کیسے مناؤں۔ کاش قدرت نے تیرا مسکن میرا سینہ
 نہ بنایا ہوتا۔ اے خدا کیا کروں اُنھوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جاسے ہی نہیں خط لکھوں گا
 کیا وہ بیان سے جا کر مجھے چھو لگے۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ میری یاد وہ بھی نہیں فراموش
 کر سکتے جب میرا کوئی لحظہ ان کی یاد سے خالی نہیں جاتا تو وہ مجھے کیسے مذاکر کرتے ہونگے کیا یہ
 نہیں ہو کہ دل کا آئینہ دل ہی ہوتا ہے۔ لیکن انتظار کی تکلیف برداشت کرنے کے لیے لکھنا
 جسگر لائیں۔ صحیح ہے کہ وہ مجھے نہیں چھوئے ان نہیں چھوئے۔ لیکن میں کیسے یہ جدائی کے
 شب در در گذاروں۔

ہم نے انا کو قائل نہ کر دے لیکن
 خال ہو جائیگے ہم۔ ٹکڑے ہوئے تاک

حمید بیارے حمید آؤ مجھے یہ تمام عالم سیہ خانہ نظر آ رہا ہے۔ تمہارے دوسرے روشن کا
 نظارہ ہی اتنا بڑا کہ گویا کوئی نور ہے دل میں محبت کے سجے ہوئی ہیں جسٹنگر میں نے
 تمہاری خدمت میں پیش کرنے کے لیے تمناؤں اور ارمانوں کی غیلیوں میں چھپا رکھا ہے۔

انھوں نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ میں میرا خط پکڑا نہ جائے اس لیے میں اس کو کسی حقیر ذریعہ سے بھیج رہا تھا۔ خدا کرے وہ خط سارا خط لے لیا۔ خط بے بارک خط۔ دروغ خط مجھ تک پہنچ جائے۔ جمال آرا کو اپنے دل سے یہ گفتگو کرنے میں معروف ہی تھی کہ بچے سے خالدہ کی چھوٹی بہن غمیرہ جمال آرا کو بھابی جان بھابی جان پکارتی ہوئی بالآخرنے کے کمرے میں بھان یہ بیٹھی ہوئی تھیں چڑھ آئی۔ اور کہنے لگی بھابی جان بھابی جان اے دیکھو ڈالکیہ آیا ہے اور وہ کوئی پارسل سا تمہارے پاس لایا ہے۔ جمال آرا یہ سنتے ہی کچھ ہوش میں آئیں اور کہنے لگیں کہ میرا پارسل میرا پارسل ہاں شاید کوئی رسالہ یا کتاب وغیرہ باہر سے آئی ہو۔ اچھا آئی ہوں نیسے آترین اماں دہان تول رہی تھی کہا کہ جاؤ۔ باہر ڈالکیہ سے پارسل اور فارم لے آؤ تاکہ آسپر دستخط کر دوں۔ تو بہت جلد یہی ہے باہر نہیں جاسکتی گی۔

اماں اُٹھی اور لمبے ڈالکیہ سے پارسل لاکر جمال آرا کو دیدیا۔ جمال آرا نے فارم پر موصولی کی دستخط کر دی۔ اور وہ پارسل لیے ہوئے اس ہال خانے کے کمرے پر چڑھ گئیں۔ پہلے بہت خیال کیا کہ اس پارسل کا بیچنے والا کون ہے۔ کہاں سے آیا ہے پارسل کھولنے سے قبل اس بھید کو معلوم کرنا چاہا۔ اتفاق سے ڈالخانہ کی دہندگی سی مہر دکھائی دی۔ جسے غور سے پڑھنے پر قراچہ داغ بہ پڑھا گیا۔ جمال آرا کی نظروں کے سامنے قراچہ داغ کا آنا تھا کہ مارے خوشی کے چھوٹے نہ سما سکتیں۔ اور کہنے لگیں یہ وہی قراچہ داغ ہے کہ جہاں میری زندگی کا مقصود جہاں میرا پیارا پیارا احمد رہتا ہے۔ تعجب نہیں کہ اُس نے یہ بھیجا ہو۔ اور اس میں اس نے اپنے وعدے کے مطابق خط لکھ کر رکھ دیا ہو۔ قراچہ داغ اور حمید کا خیال آنا تھا کہ میرے چہری اٹھا کر جلدی سے پارسل کی تسلیوں کو کاٹ ڈالا۔ اور انتہائی بیقراری سے اسے کھولا۔ کھولنے پر چند اخلاقی افسانوں کی کتابیں جنکی جلدیں مناسبت خوبصورت طلائی بندھی ہوئیں جھین طین۔ جمال آرا نے بیچینی کے عالم میں تمام کتابوں کے ایک ایک ورق کو کھول کر دیکھنا شروع کیا کہ کہیں کوئی خط نہ ہو۔ جلدی میں ایک مرتبہ تمام کتابوں کے ورق دیکھ ڈالے مگر کوئی خط نہ ملا۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ نامکن ہے کہ کتابوں کے پیچھے لکھنے کوئی خط نہ بھیجا ہو۔ پھر ایک مرتبہ ورق گردانی مشروع کر دی۔ اس مرتبہ چونکہ عجلت سے کام نہیں لیا تھا۔ اس لیے ایک لفظ ایک کتاب کے وسطی اور آخری میں لکھا ہوا ملا۔ جمال آرا نے اس لفظ کو آٹھوں سے لگایا۔ لفظ پر الفاظ تمہارا استیجا جان نثار حمید)

کھے ہوئے تھے۔ جن پر جمال نظر ڈالتے ہی بے تاب ہو گئیں لاکھ ضبط کیا۔ لاکھ طبیعت کو روکا
سنبھالا۔ لیکن آنسوؤں کا وہ چشمہ جو دل کے سوتے سے منکلا آنکھوں کے راستے سے
ہیستا ہے۔ کب رک سکتا ہے جمال آرا کی سست آنکھوں سے؟ آنسو نکل ہی پڑے۔ اُسے
اپنے ہاتھ سے کاڑھے ہوئے ریشمی رومال کو میز سے اٹھایا۔ اور آنسو پونچھے۔ اسکا
اُس نے لفافہ پاک کیا۔ اور اس میں سے خط نکالا۔ اور اُسے انتہائی شوق سے پڑھا۔
ناظرین کے پہلوؤں میں دل بقرار ہوں گے کہ حمید نے جمال آرا کو خط میں کیا لکھا۔
لہذا ذیل میں خط ملاحظہ فرمائیے۔

فصل خط

میری قابلِ فخر منداظر جمال آرا خانوون خانم زاد اللہ محاسنا،
محبت سے بھرے ہوئے سلام کو شرف قبولیت بخشے۔ میں آپ سے ملاقات کر کے آ
چھٹا روز ہے جب مگر ہو چکا تھا کہ برزخِ زمانہ کو غائب جانتا ہے کہ جو وقت سے میں آپ سے
ہوا ہوں میرے دل کی کیا کیفیت ہو۔ مگر داسے اکثر پوچھا کرتے ہیں کہ تمہیں کیا فکر ہے جو
اس قدر روز بروز نحیف و زار ہوئے جا رہے ہو۔ آپ خود خیال کر سکتی ہیں کہ اُن کے اس سوال
میں کیا جواب دے سکتا ہوں۔

لیکن میں آپ کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔ ہماری اور آپ کی باہمی سچی اور
پاک محبت اپنا اثر دکھا رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ مجھے یہاں اگر معلوم ہو کہ آپ کی دادی صابر
جو ہمارے یہاں اکثر آتی جاتی ہیں۔ اور جن کے یہاں کے ہمارے یہاں سے بالکل ایک ہی
گھر کے جیسے تعلقات ہیں۔ اس بات کی کوشش کر رہی ہیں۔ کہ میرا آپ سے نکاح ہو جائے۔
چنانچہ آج گھر کی ماما کہہ رہی تھی کہ بھئی تمہاری امان کے پاس فلان بی بی (یعنی آپ کی دادی
آئین تھیں۔ اُن سے اس کے متعلق گفتگو ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ کی دادی نے یہی کہا کہ لڑکا
ہمیں پسند ہے۔ لہذا میں لڑکی کے باپ پر اس بات کا زور دے دوں گی۔ کہ لڑکا اور لڑکی دونوں
اچھے ہیں اور جیسے ایک ہی گھر کے ہیں۔ لہذا ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے۔ چنانچہ اُسی ما
یہ بھی کہا کہ آج آئین بی بی (آپ کی دادی) کا خط آیا ہو۔ کہ میں نے ایک بڑی بوڑھی عورت
لڑکی کے باپ کے پاس بھیجی تھی۔ تاکہ وہ اس کی بابت کہہ سن آئے۔ سو وہ اب آگئی ہے
اس کے ذریعہ سے آنکھوں نے کھلا بھیجا کہ ہم بھی اُسی میں راضی ہیں جس میں چچی راضی ہیں۔

چچی میری اور لڑکی دونوں کی بزرگ ہیں اگر ان کی یہی رائے ہو کر بیٹی جمال آکا کا کساح
میں جید انٹر سلیم سے کر دیا جائے تو مجھے بھی کوئی عذر نہیں۔
سو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے ہم دونوں کی دائمی ملاقات کی کیسی اچھی راہ
کھلا دی۔ صداقت اور خلوص بغیر از کئے ہوئے نہیں رہتے۔
آپ نہ کہہ کیجئے۔ خدا کا شکر ادا کیجئے۔ بلاشبہ ہم اور آپ خوش قسمت ہیں کہ زمین ملافت بھر
سلام نوبت قبول فرمائیے۔

میں ہوں آپ کا سچا جان نثار۔

محمد رشید خان از "تراجم دارغ"

جمال آرا نے اس خط کا ایک ایک حرف شوق و التفات کی نظروں سے گزرا۔ اس کے بعد یہ سوچا
کہ کوئی اور پرزہ آجائے اور اس خط کو دیکھ لے۔ فوراً اٹھیں اور اُسے کبھی لکھ کر بیرون کی آسانی
سے نہ کھینچنے والی تہ میں رکھ دیا۔ اور اسکے بعد پھر آئیں۔ چارپائی پر بیٹھ کر انہیں نئی آئی ہوئی
کتابوں کو پڑھنے لگیں۔ اور ایک بار گئی کتاب سے نظر پڑا اٹھا کر پھر دل کی جانب مخاطب کرتے
ہوئے کہنے لگیں۔ لے جمال آرا کے بے قرار دل پہلو میں قرار کر دو۔ صبر کر دو۔ دیکھ خوش قسمتی کا دروازہ
کھل گیا ہے۔ تیرے آرام و چین کا سامان خداوند جل و علاٰ عجب کے پردہ سے انجام دے
رہا ہے۔۔۔۔۔ (آہ چھینکر) یہ سب صحیح لیکن نہ معلوم کب تک یہ نکاح معرض دفع
میں آئے۔ لے دل تجھے میں اس کی مدت نہیں بتا سکتی۔ (شعر)

وعدہ وصل چون شود نزدیک

آتش شوق تیز تر گردد

جمال آرا آہستہ آہستہ اپنے دل سے گفتگو کر رہی تھی کہ خالدہ خانم اپنے کاروبار سے
فادغ ہو کر اوپر جمال آرا کے پاس آگئیں اور کہنے لگیں کہ بہن! آج کیا کتابیں آئی
ہیں جمال آرا نے کہا دیکھئے یہی کتابیں ہیں۔ جمال آرا خالدہ خانم کو کتابیں دکھانے
لگ لگیں اور ان کے ساتھ مطالعہ کرنے لگیں۔



حاکمون نے مزدور ورن کی محنت اور نرفیوں کی شرافت کا جوا کھیلایا

رات کے بارہ بج چکے ہیں اور اس کے شفات آبی چٹان پر چاند نورانی جا رہا ہے۔
اس کے کنارے دسے موضع میں بھی آئے جسکا ذکر ہم اپنے ناول کے شروع میں کر چکے ہیں
اور اس مکان کے قریب ٹھہر جائے جو ہمارے ناول کی ہیروئن جمال اور اس کے والد
کا مکان ہے۔ اس وقت نسیم خان مکان کے باہر اپنے اٹھیں دوستوں اور رفیقوں
بیٹھے ہوئے لٹک کر رہا ہے۔

نسیم خان بھائیو۔ لو کی سیانی بیٹی ہوئی ہے۔ اسے نکلی ح کے لیے جو کچھ جمع کیا تھا وہ
اس طلاقیہ کے کووال نے زبردستی طرح طرح کی دھمکیاں دیکر وصول کر لیا۔
بہادر خان۔ ان بھائی کمان تک ان حاکمون کے ظلموں کا مرثیہ پڑھیں۔ د
بھی کھیت جوت رہا تھا کہ کووال نے اپنے کارندے کے ذریعے سے بلا بھیجا پادست دگا
بدست دگرے بیلون کو ویسے ہی چھوڑ کر گیا۔ کووال کو جھکا کر سلام کیا۔ زمین چوم
کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ سنا ہے تم لوگوں نے اس فصل میں بہت روپیہ جمع کیا ہے جو
کے کووال ہیں ہمارا بھی حق ہے۔ لہذا کم از کم ستر روپیہ دو میں نے کہا کہ سرکار! ب
بارش میں ماری گئی جسے ساری دنیا جانتی ہے۔ ہم بھلا کمان سے روپیہ جمع کرتے
جواب میں اس نے کہا کہ نہیں تم لوگ چین اٹو بناتے چھو۔ یہیں سب معلوم ہے ہم نہیں
جہان سے ہو سکے پدا کر کے لاؤ۔ حاضر کرو۔ در نہ یاد کر لو کہ تم بچپاؤ گے۔ کووال
حو لدا کھڑا تھا اس نے کوڑا اٹھا کر کہا کہ اوکھوس کووال صاحب کی خدمت میں رہا
در نہ میں مارے ہنٹون کے وصول کر لون گا۔ اندر میں کا پیہ بھی منسوخ کر دو ننگا
بھی اسکے جواب میں کہا کہ ہاں سن لو کہ پیہ منسوخ ہو جائیگا۔ بعد کو بچاؤ گے۔ آخر
ہوں۔ کوئی معمولی آدمی نہیں

بھائی میں سخت غلمند ہوں کیا کر دن۔ کپاس کے بچوں کے لیے ساٹھ روپیہ
تھے وہ لا کر اسے دیتے اور کہا کہ کووال صاحب خدا شاہد ہو کہ گھر میں ہی ساٹھ

وہ بھی کپاس کے جیون کے لیے جھجھکا رہی تھیں۔ اسکے علاوہ میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔
 ظالم کو تو ال کو پھر بھی رحم نہ آیا۔ اُس نے حولدار سے کہا کہ اس سے یہ روپیہ لے لو۔ اور دس
 روپیہ اور وصول کر دو۔ کیا میں روز روز آتا ہوں۔ حولدار نے کہا کہ دس روپیہ کم ہیں اُسے بھی
 ملاؤ۔ میں نے جواب میں کہا کہ میں نے آپ سے جو واقعہ تھا وہ کدیا میرے پاس اب نہیں
 ہیں۔ اس لیے کو تو ال نے کہا کسی اپنے موضع کے آدمی سے فرض لے لو۔ میں نے کہا کہ جناب تمام موضع
 والے گسان امنین مصائب میں گرفتار ہیں کس سے لون۔ اس پر اس بیدار نے کہا کہ
 ہم کچھ نہیں جانتے۔ بل بیچ ڈالو۔ یا کپڑے بیچ ڈالو۔ میں روپیہ چاہیے۔ ہم نے کہا کہ
 صاحب! ہم مظلوم ہیں۔ غریب ہیں۔ پریشان ہیں ہم پر گرم کیجئے۔ اسکے جواب میں اُسے
 کہا کہ تمہاری مظلومی ہماری حجب نہیں گرم کر سکتی۔ لہذا مظلومی و غربت کے شکوے
 ہمارے سامنے نہ کرو۔ حیا سے بچے اچھی طرح پریشان کر لیا۔ تو میں عاجز آ کر حولدار کے
 ساتھ گھر آیا۔ راستہ میں بھائی غضنفر مل گئے۔ انھوں نے ساری حالت معلوم کی اور
 پچار سے نے مظلوم نہیں کہاں سے جا کر دس روپیہ ملا دیئے۔ میں نے وہ روپیہ کو تو ال کو
 دیئے۔ اور اس سنگدل انسان غلیظہ سے بچھا چھٹایا۔ اسکے حولدار کو کدیا رہا ہی ب
 پیچھے لگ گئے۔ کہ ہمیں بھی کچھ درد ہمارا بھی حق ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے پاس ایک پیسہ بھی
 نہیں ہے۔ انہوں نے کہا اپنے کھلیان ہی پر چلو۔ غلہ ہمارا لوگوں کو نہ دو۔ وہ سب چار دن
 طرف سے جھٹ گئے۔ کھلیان پر ٹھسٹ کر لائے۔ اور مجبور کر کے جو کچھ غلہ تھا اُسے لے لے
 سے زائد سب اُس میں تقسیم کر کے لے گئے۔ ان کے ظلموں کی کوئی انتہا ہے! انسان ہمارا
 انسان کو کھاتے ہیں۔

نسیم خان۔ ان میان ہمارا درخان! کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ یہ بیدار اور سنگدل
 لوں کو کس نفع پر آ کر ہم غریبوں کو لون ہی لوٹ لیتا ہے۔ بال بچوں کا بیاہ کرنا غرضہ
 اور اگر نامگان کی مرمت کرنا ہمارا کام رکے پڑے رہتے ہیں۔ لڑکی کے نکاح کے کیے
 بہت دنوں سے خیال ہے۔ اسکے لئے روپیہ کن رفتوں سے جمع کیا تھا وہ سب آج آ کر
 چھین لے گئے۔ ہر کام نفع کی آس پر ہمارا ہوتا ہے جب نفع الٹی ہے تو یہ چار دن
 طرف سے موجود ہوتے ہیں۔ اس ظالم کو تو ال اور سنگدل سرکاری ملازمنوں سے
 کوئی پوچھے۔ کہ دھوپ میں جلتے ہم ہیں۔ بھوکے پیاسے ہم رہتے ہیں۔ پسینے ہمارے

سردن کے ایرلیون تک بھڑکتے ہیں۔ محنت مشقت ریاضت ہم کرتے ہیں دن رات ہم سدا رہتے ہیں۔ اور فصل کے لیے طرح طرح کی ہم تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ تم جو منے سے کھڑن پر عیش کرتے رہتے ہو اور جو غرض انتظامی خدمات انجام دینے کے لیے حکومت سے خواہاں ہائے ہو تم کو کیا حق حاصل ہو کہ تم ہم سے ظالمانہ و غاصبانہ ڈھنگ سے ہمارا عمر غنت چھینو۔

غضنفر خان۔ زمانہ نے عجب ہٹا کھایا ہو کہ انسان انسان ہی کی نظروں میں کتے سے زیادہ حقیر ہے۔ حالانکہ ایک کتا دو مہرے کو ذلیل سمجھ کر ظالمانہ و جابرانہ سلوک نہیں کرتا۔ دنیا آج کل حیرت انگیز زمانہ سے گذر رہی ہے۔ کسانوں کے گھاٹے پسینوں کی قیمتی ہمتی اُن کے بچوں کے منہ میں نہیں جلنے پائی کہ غیر مستحق فوروں کا گلہ آنا ہو۔ اور منہ بھر نہیں بلکہ خواہش جہلوں میں لیس کر۔ غائب ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی یہ پوچھے نہیں آتا کہ تم اور تمہارے بال بچے کس عام میں ہیں جو آتا ہو اُسی وقت آتا ہے کہ جب فصل کٹ کر اور چھپٹ کر بکے لگتی ہے۔

نسیم خان۔ ہاں کہتے ہیں کہ ہم اس علاقہ کے کوتوال ہیں۔ ہم اس حلقہ کے حوالدار ہیں ہم مسجد آرہیں۔ ہم چوکیدار ہیں۔ لیکن ابھی گزشتہ ماہ میں مسجد خان کے گھر دن دھاڑتے ڈاکہ بڑا۔ کوئی بھی بچائے نہیں آیا۔ اور معلوم نہیں حلقہ چھوڑ کر کہاں بھاگ گئے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ تم اپنا حق چٹاؤ۔ اور صاحبی ہمیں مزدور پیشہ اور غریب کسانوں ہی پر ہے۔ امیرون اور رئیسوں کے پاس کوئی اس صورت سے ملنے نہیں جاتا۔

غربت بجلے خود ایک مصیبت ہو اور نہ صرف مصیبت بلکہ ایسی مصیبت ہو کہ بکے فدیہ سے اسکے قدر دانوں (غریبوں) پر ہمیشہ دنیاوی عذابوں کا زور دل باکرتا ہے۔ اس زمین کو چھوڑ کر ہم آسمان پر کیسے چڑھ جائیں کہ مصیبتوں اور کلیفوں سے چاروں نجات پائیں۔

مادر خان۔ ہم غریبوں کی قسمت میں چار گھڑی کا آرام بھی نہیں ہے۔ آپ جو روں کو تہ ہیں حاکم اور پولیس اے جب خود ہی ظلم کریں۔ ستم ڈھائیں تکلیفیں پہنچائیں وہ دوشمن کو ظلم و ستم اور ایذا رسانی سے کب باز رکھ سکتے ہیں۔

اس علاقہ کے حاکم۔ کچھ ایسے برعاش واقع ہوئے ہیں کہ ان کی دھڑ سے روز ایک نہ ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شریف کی موت ہے۔ ہم مجبور ہیں۔ اور وہ جابر۔ ہم غنیمت ہیں وہ مسلح۔ ہم بے اثر غریب ہیں اور وہ با اثر حاکم۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔ کہاں جائیں۔ زندہ درگور کیسے ہو جائیں۔ کس سمندر میں ڈوب جائیں۔ اور کس پہاڑ کی کھوہ میں ہمیشہ کے لیے چھپ جائیں۔

بھائیو! میں سخت فکر مند ہوں کیا کروں؟

سب حاضرین اکیان کریم کی فکر ہے۔
نسیم خان۔ یہی کہ جمال آرا خدا رکھے آپ کو کون کی دعا سے رہائی ہو گئی ہے اُسکے نکل چکا یہاں کے لیے سب غمگین تھا کہ ہو گیا ہے۔ لیکن روپیہ نہیں ہے جو اسکا بیاہ کر دوں مدت سے جمع کرتے کرتے جو کچھ روپیہ جمع کیا تھا۔ وہ سب کو تو لال اور اسکے انسان نما مردم خور کاٹنے لگے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

غضنف خان۔ کیا تمہاری لڑکی جال را کی کیلئے ساتھ بات چیت ہو چکی ہے۔
نسیم خان۔ ہاں میری جی نے حیات اللہ خان کے لڑکے جمید اللہ خان کے ساتھ قرار دی ہے۔ بڑی بوڑھی ہیں اُنھیں ان کاموں میں تجربہ حاصل ہے نہ معلوم کتنوں کے بیاہ ان کے مشورہ اور راؤن سے ہوئے۔ تمام خاندان دلچسپی کے رائے کے موافق ہیں۔

بہادر خان۔ دقتی تمہاری جی بہت ہی اچھی ہیں۔ ان معاملات میں اُنھیں خاص دستبر حاصل ہے۔

غضنف خان۔ حیات اللہ خان کون۔ کیا میں اُنہیں جانتا ہوں۔
نسیم خان۔ ہاں جانتے کیون نہیں۔ حیات اللہ خان تمہارے دوست دلاور خان کے بھائی۔

غضنف خان اور بہادر خان۔ اچھا اچھا وہی حیات اللہ خان ہاں بیشک گھرانے کا گھرانہ اچھا ہے۔ اچھی بات ہو۔ مبارک ہو۔

نسیم خان۔ کیا مبارک ہو یہ کام پیسہ کوڑی کا ہے۔ اور یہاں ایک باجی بھی پاس نہیں۔

اندر شدہ ہو کہ میں اس کے واسطے شادی کے لیے چل دی نہ کریں۔
 بہادر خان۔ لڑکی کی تقدیر سے سب درست ہی ہو گا کچھ منکر نہ کرو۔
 غضنفر خان۔ ماہ بہادر خان! ابھی تمہارا کوئی بچہ حوا میں ہوا۔ ایسے تم کہتے ہو کہ کچھ منکر نہ کرو۔
 جس کی اولاد جو بیٹھی ہو۔ جو صاف اڑکی کی ذات کے دل سے پوچھو۔
 نسیم خان۔ ہاں سچ کہتے ہو۔ میں اپنے دل کی اب کیفیت تم لوگوں پر کیسے ظاہر کروں۔ نہ
 رونا آتا ہے اور نہ ہنسا۔

اب اس وقت میں انسان کو خود اپنے آپ پر غصہ آتا ہے۔ خدا ایسے حاکم اور منصب داروں
 کا ستیا ناس کرے جو ہم غریبوں کو ناپائیدار تنگ کر رہے ہیں۔
 غضنفر خان۔ ان کے ظلم حد سے زیادہ تجاوز کر گئے ہیں۔ نہ معلوم آسمان پھٹ کیوں نہیں
 پڑتا۔ میں وہ نہیں کیوں نہیں جاتی۔ ان انسانوں نے انسانوں کا شکار کیا جب وہ بھی
 انسان اور ہم ہی انسان تو انہیں کیا حق حاصل ہو کہ اپنے ہی جیسے انسانوں کو انسانا ذلیل
 سمجھیں ان کو ٹھکرائیں ان کی ضرورتوں اور مجبوریوں سے آنکھیں بند کر کے اپنا ظلم کا جھگل
 ماریں۔

کیا اس زمانہ میں انسان ہونا جرم ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ اپنی پیدائش اپنے اختیار
 میں نہیں۔ در نہ ہم کہتے پیدا ہوتے۔ پھر میٹے پیدا ہوتے۔ گدھے پیدا ہوتے۔ لیکن
 انسان نہ پیدا ہوتے۔

نسیم خان۔ ان بھائی غضنفر خان! خدا کا شکر ادا کرو۔ اور ہم اس وقت کیا کر سکتے ہیں۔
 جب ہی سب کچھ دیکھ کر چپ ہو کر تو ہمیں بھی چپ ہی ہونا چاہیئے۔

بہادر خان۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ہم اپنی مظلومی کی چادر کو اپنے جسم سے کسی ممکن سے ممکن طریقہ سے
 بھی نہیں اتار سکتے۔ جنہوں نے ہم پر ظلم کیا ہے یا کر رہے ہیں ان سے ہم کسی قسم کا بدلہ نہیں
 لے سکتے۔

لیکن کیا رو دھو کر۔ اور آپس میں اپنی مظلومی و مجبوری کے دل بٹا دینے واسطے فقے اور
 فسانے لکھ کر بھی دل کی بھڑاس نہ نکالیں۔

غضنفر خان۔ ہاں بہادر خان سچ کہتے ہو۔ مظلومی بے کسی بہت بری ہے۔ یہ علاقہ آزاد
 انسانوں اور وطن لوگوں کا نہیں ہے لیکن یہ مظلوموں کی بستی ہے۔ بے کسوں کے

راستہ میں مجبوراً ان کی آبادی ہے۔ اپنا ڈھکڑا اکون کسوٹا ہے۔ روڈ اور آئسو پوچھو پوچھو اور کچھ نہ کہو۔

سیم خان۔ پچھلے سال کا جو قاسم بیگ کا قرض میرے ذمہ تھا ابھی تک میسے ہی واجب الادا ہے۔ وہ بھی غریب آدمی ہے یاں بچوں کے مصائب میں گرفتار ہے۔ اُس نے دہلی زبان سے کئی حد تقاضا بھی کیا۔ لیکن کسان سے لے آؤں جو اس قرض زدہ کو دوں۔
حسرت خان۔ ان وہ اس کے متعلق کچھ مجھ سے بھی کہتا تھا۔ لیکن خبر کیا ہو کسی پرکیشان نت نہیں دہتا۔ جب ہو گا دیدینا۔

اچھا اب ہم لوگوں کو اجازت دو رات زیادہ گزر گئی ہے چلین۔ تم بھی آرام کرو۔ خدا تم کو اور تم کو دو لون کو مصائب سے نجات دلائے۔

سیم خان۔ بیان بھائی دعا ہی کرو۔ خدا قبول کرے۔ اچھا جاؤ۔ فی اللہ اللہ۔
”حسرت خان، ہمارا خان وغیرہ اُٹھ کر جانے لگتے ہیں۔ اور غوروسی ددور نکل جاتے ہیں کہ سیم خان ان لوگوں کو بھر آدا دے کر پکاڑا ہے۔ وہ لوگ اس کی آواز سن کر بھر پوس دے ہیں اور کہتے ہیں۔

”کہو یا کیا کہتے ہو۔“

سیم خان۔ تم ابھی طرح جانتے ہو کہ میرے پاس کچھ آجکل نہیں ہے۔ لہذا قاسم بیگ سے بالکنا تو میری جانب سے جو کچھ میری حالت ہو اسے بیان کر کے معذرت کر دینا۔ اور کہنا کہ غریب کوئی بندہ دست کر کے تمہارا رویہ ادا کر دوں گا۔

حسرت خان۔ اچھا میں ضرور کہہ دوں گا۔ اطمینان رکھو۔ کوئی نکر کی بات نہیں آخر قاسم بیگ بالک سدا سادا کسان ہے۔ کوئی کو تو ال یا حوالہ ار نہیں جو تم پر ظلم کرے گا۔ اچھا لازم علیکم سیم خان و علیکم اسلام کہ اگر تم میں چلا جاتا ہے۔

بیٹابی !!

لے اندر وہ کجیاں کمان سے لاؤں جس میں
اپنی آرزوؤں کا خزانہ کھولوں

منظر بدیع میں جمال آرا اپنی مانی کے گھر میں رہ رہی ہیں۔ اس وقت شب کے ۱۲ بجے ہیں
جمال آرا اپنی رفیقہ اور بہن یعنی خالہہ خانم کے ساتھ بالاخانہ پر بیٹھی ہوئی اُسی دُہن میں مصروف
ہیں جن میں یہ دونوں اپنے شب دروز کا انحصار کرتی ہیں یعنی مطالعہ الکتاب۔
بچے سے خالہہ خانم کی مان یعنی جمال آرا کی مزاحیہ جھلکائی ہوئی بالاخانہ پر آئین اور خالہہ خانم
سے کہنے لگیں۔

ٹیٹا! ہمیں کیسے سمجھائیں کیسے بتاؤں کہ پڑھنے لکھنے میں اتنا وقت نہ لگایا کرو۔ بچاری
تمہاری چودہ برس کی جان ہی کیا ہو۔ جو استفادہ دماغی محنت کرتی ہو۔ تمہارے اس موضوع کے
اور گھر آنے میں بھی تو کیا بڑھی گئی ہیں۔ لیکن کوئی لکھنے پڑھنے کے نتیجے میں جسمانی دلوانی نہیں
ہو جاتی۔ دن بھر بڑھا کر فی ہوسات بھر بڑھتی ہو۔ اب بارہ سے زیادہ بج گئے اور ابھی تک
نبدی کے ہاتھ سے کتاب نہیں چھوٹی۔ آخر آرام کرنے کا اور کون سا وقت آئیگا۔ آہ اللہ
میں کیسے نہیں سمجھاؤں۔ تمہارے ابا تو کچھ تمہاری طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔
خالہہ خانم۔ اما جان! آپ تو ہر وقت میرے لکھنے پڑھنے کو ٹوکا کرتی ہیں۔ آخر کیا کروں۔
کسی طرح طبیعت بھی بہلاؤں۔ بیکار بیٹھے بیٹھے کیا کروں۔ جہاں میں کتاب لیکر بیٹھی۔ آپ نے
ٹوکے میں لگا لگا دیا۔ وجمال آرا سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کچھ جھوٹ تو
نہیں کہتی ہیں۔

خالہہ کی مان۔ کچھ جھوٹ تو نہیں کہتی ہیں جو بس رہنے دو باتیں نہ بناؤ۔ نمہ نے اپنے ساتھ
کو بھی چوبی لڑا۔ بھی جو میں لکھنے پڑھنے کے ساتھ بڑھ کر پڑھ کر اور کیا کرتی ہیں۔ مجھے
تمہاری باتیں بری معلوم ہوتی ہیں۔ طبیعت بہلانے کے لیے کچھ کام کیا کرو۔ بچے کے کام
کا کچھ دیکھ لیا کرو۔ آخر دو چار روز میں دیکھ کر مجھے جادو کی زبان بھی آجھون پھر گئی ہیں۔

ہی پڑھا کر دی۔ تین بتا دیکے نہیں گئی۔
خالدہ مان کی گفتگو کے آخری جملے سن کر نرم سے سر جھکا لیتی تھی اور بالکل جپ ہو جاتی تھی
جمال نے اپنے ایک شیریں بزم کے ساتھ خالدہ کو دیکھتی ہے۔ خالدہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ
کر کے رہ جاتی ہے۔

خالدہ کی مان اس سے کہتی ہے کہ بس اب لیٹو آرام کرو۔ اور یہ لکڑی والا خانہ سے اتر کر
مکان کے بیچے کے حصہ میں جہان سے کئی عین بھر آ جاتی ہیں۔
خالدہ خانم اور جمال آراخانوں۔ اپنی اپنی کتابیں بند کر کے میز پر رکھ دیتی ہیں اور
کرسیوں سے اٹھ کر قریب کی لگی ہوئی چارباٹھوں پر لیٹ جاتی ہیں۔
جمال نے خالدہ خانم سے یہ گفتگو ہوئی ہے۔

جمال آرا۔ کہو خالدہ! اب کیسا ہے آج مانی نے توصات صاف کدیا۔ اب بیٹن ملا جائے
ہاتھ پاؤں میں ہندی لگا کی جائے گی۔ صندل کا دھڑا اور چوگی۔
خالدہ خانم۔ واہ صاحب! آپ ہم سے مذاق کرتی ہیں۔ اباجان معلوم نہیں کیا کیا لکڑی
اور اب اب لہتی ہیں۔ چھوڑ دیجی۔
جمال آرا۔ خوب جناب خوب! اس میں میں کوئی سچی بڑی بات کدی جس پر آپ اتنی تیز
ہو گئیں کیا یہ باتیں غلط ہیں؟

خالدہ خانم۔ باتیں صحیح ہوں غلط مجھے ایسی باتوں سے خوشی نہیں۔
جمال آرا۔ کیا خوشی نہیں کیونکہ لیا کوئی خدا خواستہ بڑی بات ہو جو تمہیں اس کا رخ ہے۔
خالدہ خانم۔ چپ بھی بیٹے۔ اور باتیں کیجئے کیا بس میں ایک بات ہو۔
جمال آرا۔ دنیا میں باتیں اور بھی ہیں۔ لیکن مجھے اب آپ سے جذبات کا بہت کچھ خیال
ہو گیا ہے۔ آپ کے اس جملے

”خوشی نہیں“

میں کچھ راز ہے۔ میں اس کی تہ تک پہنچنا چاہتی ہوں۔
خالدہ خانم۔ واہ جناب بھی رہی۔ سوئے بھی۔ بعد کو پچھے گا۔ اس وقت میرے
سر میں درد پور ہے۔

جمال آرا۔ بات اپنی ہے سو رہیں گے۔ واہ اپنے بھی خوب کسی پہلو سے پرہیزناہی

سے آپ کے سر میں درد ہونے لگا۔

کچھ بھی ہو جائے میں آپ سے اس جملہ کا معید پوچھ کر ہوں گی۔ خواہ آپ کچھ کہیں۔

خالدہ خانم۔ کوئی بات بھی ہو جسے آپ پوچھیں۔ خواہ غزوہ وقت ضائع کرنے سے فائدہ۔

جمال آرا۔ اسنے آپ کے انداز بیان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ کسی نہ کسی وجہ سے اپنے

ہونے والے شوہر سے ناخوش ہیں۔ میں آپ کی بہن۔ بے تکلف رفیقہ اور قدیمی انیسہ ہوں

لہذا میں اس مسئلہ پر غور کی نظر میں ڈالنا چاہتی ہوں۔

خالدہ خانم۔ یہ سب کچھ صحیح۔ لیکن اسے پھر کسی دوسرے وقت پر رکھئے۔ اسوقت مجھے

اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

جمال آرا۔ آپ کتر ایسے نہیں۔ میں پوچھ رہی کہ ہوں گی۔ یہ کوئی مذاق نہیں۔ میں آپ سے

نہایت ہمدردی اور افسوس سے پوچھتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے سچے جذبات

کی قدر کرتے ہوئے مجھے مرزدہل حالات سے آگاہ کریں گی۔ میں آپ کو باہمی تعلقات

کا واسطہ دلاتی ہوں۔

خالدہ خانم۔ آپ اگر یہاں تک اصرار کرتی ہیں تو سینئے۔ وہ یہ ہے۔

کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عقیقہ ماہ دو ماہ۔۔۔۔۔ میں میرا بیاہ ہو جائیگا۔ یہ

بیاہ میرے ضمیر کے خلاف ہوگا۔

جمال آرا۔ کیوں؟

خالدہ خانم۔ اس لئے کہ جن صاحب کے ساتھ میرا نکاح تجویز پایا ہے وہ میری طبیعت کے

خلاف ہیں۔ جسکی تمام تر وجہ یہ ہے کہ وہ حضرت! ان پرٹھ۔ جن میں نے کم و بیش جو کچھ بھی

دو جاہزت بڑھائیے ہیں۔ اسکا یہ تقاضا تھا کہ میرا بیاہ کسی پرٹھ لکھے سے ہوتا۔

جمال آرا کیا آپ بتائیں گی کہ وہ کون صاحب ہیں۔

خالدہ خانم۔ اسی گاؤں میں ایک دوسرے دیندار رہنے ہیں چچکا نام اشرف خاں ہیں

ان کے صاحبزادے۔ مجھ سے میری طبیعت کے خلاف منسوب کیے گئے ہیں۔

جمال آرا۔ خالده! مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا۔ خدا کرے کہ معاملہ درست ہو جائیں۔

خالده خانم۔ آخر کیے! اتنا آپ نے سن لیا۔ جو اسوقت سے اتنی بے قرار ہو رہی تھیں۔؟

جمال آرا۔ سن لیا۔ سن لیا۔ افسوس ہوا۔

الہ خانم۔ اس آفت سے بچھا چھٹانیکا کوئی شریف گروہ نہ ہو طبعاً بتائے۔
 مال آرا۔ اچھا میں سوچوں گی بعد کو عرض کر دوں گی۔۔۔۔۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ
 بھل کے والدین کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ شادی دیاہ کے معاملات میں محض اپنی ہی سمجھ اور
 نہ ہی عقل کو نہ صرف کافی بلکہ درست عین درست سمجھتے ہیں۔ لڑکی اور لڑکے کے جذبات کا
 حق خیال نہیں کرتے۔ حالانکہ ساری عمر نہانا انھیں کوڑتا ہے۔
 حضور صابہ علاقہ کچھ ایسا اچھا واقع ہو ہے کہ ان زندگی کے گہرے اور اہم معاملات
 ہر لحاظ سے سوچتے سمجھتے ہیں۔ اسکا نتیجہ کیا ہو گا۔ اور یہ سب خدایان محض اسلئے ہیں کہ
 میں تعلیم عفا ہو کاش یہ تعلیم حاصل کر لیتے۔ تو ان کو ان خرابیوں سے نجات مل جاتی۔
 مدہ خانم۔ یہاں شادی کے معاملہ میں لڑکی اور لڑکے سے کچھ پوچھتے ہی نہیں۔ یا
 کے خیال کو کسی اور ممکن ذریعہ سے معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے جیسے
 لڑکی یا لڑکے کا بیاہ ہی نہیں کرتے بلکہ اپنا ہی کرتے ہیں۔
 جو اس قدر خود مختاری کے ساتھ کر دیتے ہیں۔

آرا۔ (ہنسکر) واہ خالہ کیا بات کہی۔ کسی وقت آپ بات پتہ کی بھی کہہ جاتی
 اچھا لکھ لائے نہیں انشاء اللہ ہر کام درست ہو جائیگا۔
 مدہ خانم۔ مجھے یہ بات بھی ناپسند ہے کہ لڑکی یا لڑکے کے بیاہ و شادی کے موقع پر ان
 کو انجام دیا جائے جو اس علاقہ والوں کے دماغوں میں صدیوں گہبی ہوئی ہیں۔
 گلے۔ ناچ۔ کو۔ اور اس قسم کی اور واہیات خرافات رسوم سے مجھے بہت ہی
 تپ ہے۔

آرا۔ میں بھی ان چیزوں سے سخت نفرت کرتی ہوں۔ والدین سے کوئی ایسا مجھے
 بہت سی بیٹی صاحبہ کو تو دوسرے کے حوالہ کر دیا لیکن باجے بچہ لڑکے کو ناچ بچہ لڑکے کو
 نہ سمجھتا۔ اعلان و شہرت کی کیا ضرورت لاحق ہوئی۔
 مدہ خانم۔ بقول آپ کے یہ سب تعلیم نہ ہونے کا قصور ہے۔ اس علاقہ کے رہنے والوں
 ناخدا زندگی اسی میں محدود کر لیا ہے کہ صبح ہوئی بل لیکر کھیت جوت آئے۔
 نام تک وہیں کھیتی کے کاروبار میں لگے رہتے سورت عذاب ہونے کے بعد خستہ خراب
 آئے۔ کھپائی کر غلوڑی دیر چار چار آٹھ آٹھ ہو کر بیٹھے بائیں کین پھر اٹھ کر آئے اور

گھر میں سو رہے۔ رات بھر سوئے۔ اور صبح ہوئے پھر وہیں کھیت پہنچ گئے پوچھے۔ ان کو
 تعلیم کہاں سے آئیگی۔ اور تعلیم کے اثرات ان پر کیسے متوکلن ہوں گے۔
 جمالؔ را۔ ان حقیقت میں بس یہی بات ہو۔ آپ نے تاریخ عالم، تو پڑھی ہوگی۔ اُس
 نے ہر علم دوست قوم کو ترقی و عروج پر پایا ہوگا۔

خالہ خالہ خانم۔ ہاں آپ ٹھیک کہتی ہیں۔
 جمالؔ را۔ اچھا سوچئے تمہیں نیند بھی آ رہی ہوگی۔ کل بھر کسی وقت اسی ضروری معاملہ
 پر ہم اور آپ دونوں غور کریں گے۔ دیکھیے شاید خدا سے برحق کوئی اچھا راستہ نکال دے۔
 خالہ خالہ خانم۔ ہاں ہم گویا کو سو رہنا چاہیے۔ بیماری یا مین کوئی سن نہ رہا ہو۔
 جمالؔ را۔ نہیں اطمینان رکھو۔ کسی نے یہ باتیں نہیں سنیں۔

خالہ اور جمالؔ را دونوں خاموش ہو کر سو جانے کے لیے لیٹ گئیں۔ ابھی ان دونوں کو
 کوئیٹھوے کوئی دس منٹ سے زائد عرصہ نہ گزرا ہو گا کہ شیخے سے خالہ کے گھر کی اما
 "اما من" بالا خانہ برآئی اور خالہ کو خطاب کرنے ہوئے کہنے لگی۔

بٹیا خالہ! بٹیا خالہ! خالہ یکبارگی اٹھ کر لیٹ گیا ہے۔
 اما من نے کہا کہ آپ کی اما جان کتنی ہیں کہ چھوٹا بھتیجا شفیع رو رہا ہے ذرا اُسے اُکر
 بہالین اور اُسے سلا دیں۔

خالہ یہ سنتے ہی۔ زیربائی پہنک رہے اُتریں۔ نیچے دیکھا کہ گھر کا ایک چھوٹا بچہ شفیع
 جس کی عمر دُوبارہ دو برس سے زائد نہ ہوگی جا رہا ہے پر بڑا دردناک ہے اُسے گود میں لیکر بہالین
 لگین لیکن وہ نہ تھا۔ اس کے بعد اسے لٹا کر بھلیکان دے دے کہ سلاتے لگیں۔

رات زائد گزر چکی تھی۔ خالہ بھی نیند میں پہلے ہی سے مست ہو رہی تھیں۔ بچہ کو
 بھلیکان دیتے دیتے خود بھی دہین سو گئیں۔

ادرات بھر خالہ سے کسی نے کہا کہ بٹیا اٹھو اپنی چارپائی پر جا کر سو۔ اور نہ خود
 بیدار ہوئیں جو یہاں سے اٹھ کر بالا خانہ پر جائیں۔
 اب ہم ناظرین بادشاہ کی قیمتی کونجرات اپنے ہیر و من جمالؔ را کی طرف مبذول کرانکی
 عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جمالؔ را کو لیٹ گئیں لیکن وہ نیند کہاں سے لاتیں جو محض سوقت حاصل ہوتی ہے

کوجہ اطمینان ہو۔ جمال اگر اکاخر من قلب شعلہ عشق سے مشتعل تھا۔ اور ان کا دماغ جلا ہوا
صادقہ و دائرہ کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ جمال اگر نے جب دیکھا کہ میں گمراہ میں تنہا ہوں اور
خالہ بھی ابھی تک نہیں آئیں۔ بلکہ شاید مجھے سوتا سمجھ کر وہیں سو گئیں۔ تو وہ اٹھیں اور
انہوں نے میری طرف کھنکھے ہوئے لب کو خاموش کر دیا۔ اور اس کے بعد پھر نہایت مضطربانہ اور
بیقرارانہ انداز میں اسٹیشن گئیں۔ جاہتی عقین کہ کسی طرح تین دن آجائے۔ لیکن اپنے دل کی پریشانی
صد مہ فراق اور ایک مدت سے خط نہ آنی کی وجہ سے لازمی بیچلی سے وہ سوا کر ڈالنے
کے اور کچھ نہیں کر سکتی عقین۔

جب رات کی تاریکی نے فضا کا احاطہ کر لیا۔ اور اس کے سلسلے تاریکی کے پریشان کن
منظر آئے لگے اور اُس رات کی خود کو سلائے کی تمام کوششیں منقطع اور محض بنے سود
ثابت ہونے لگیں۔ عقین نے اپنے تڑپتے دل کو لون خطاب کیا۔
لے دل لے تڑپتے دل لے اے مجھے دل۔ دل وہ دل جو اپنے دامن میں آرزوؤں کے
چند بے کھلی کلیاں لیے ہوئے ہے۔ سو جا۔ ہمیشہ کے لیے سو جا۔ ایسا سو کہ پھر کبھی
نہ جاوے۔

آہ میں تجھے کیسے سلاؤں۔ وصال کی خوش کن باتیں کہان سے لاؤں جو تجھ پر اپنا
ساحر اثر ڈالیں۔ اور تو معروف خواب ہو جائے۔
لے خدا کیا میری زندگی بالکل تاریک زندگی ہو گیا اُس میں اُمید کا کوئی ٹھکانا ہو
دیا نہیں ہے۔

کیا میں زندہ نما ایک مردہ ہوں۔ کیا میں وہ ہوں جسکے لیے اس عالم کا نجات میں
اُمید کے جھلکتے ہوئے جام سے ایک گھونٹ کیا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ جب میرے لیے
اس دنیا میں کچھ نہیں ہے تو میں کیوں نہ مر جاؤں۔ کیوں نہ معدوم ہو جاؤں۔ کیوں نہ
اس طرح صفحہ ہستی سے مٹ جاؤں جیسے میں کبھی اس دنیا یعنی آماجگاہ اضطراب و
بیقراری میں نہیں آئی تھی۔

لے اشد وہ گمنان کہان سے لاؤں جس سے میں اپنی آرزوؤں کا خزانہ کھولوں۔
تین ماہ گزر گئے کہ آج تک ایک خط آیا تھا جس سے میرے قلب پھیل کر کسی قدر اطمینان
ہو گیا تھا۔ تین ماہ کی مدت طویل۔ اور اُن کی یہ بے التفاتیان بے توجہیاں۔

کیا میں اس کے بے یمنی ان کی محبت سے دست بردار ہو جاؤں۔ نہیں جمال! مگر مجھ سے یہ بھی نہ ہو۔ کے گھاؤ نہ ہونا چاہیے۔

مجھے پتہ ہی مرکز پر قائم نہیں بلکہ گھومنا چاہیے خواہ وہ کچھ بھی کرے (چونکہ کر) میں لیا ایک ہی ہوں خواہ وہ کچھ بھی کرے کیا وہ مجھ سے دشمنی کرے گئے کیا وہ ستم ڈھائی گئے کیا وہ فراق کے صدموں سے مجھ ہلاک کرے گئے نہیں۔ ان سے کم از کم یہ امید نہیں کی جا سکتی اٹھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ وعدہ کو پورا کریں گے۔ اور میرے دل میں یہ ایک ایسا خیال ہے جو جسکو دنیا کی کوئی قوت نہیں کمال سکتی۔ مجھ میں اور ان میں باہمی عشق نہیں ہے مگر محبت الفت کی انتہا عشق اس لئے نہیں کہ اسے بواہوں میں سے بدنام کر دیا۔ اگر اٹھوں نے مجھے کسی وجہ سے خط نہیں لکھا تو کیا مجھے بھی نہ لکھنا چاہیے۔ لکھنا چاہیے اور ضرور لکھنا چاہیے۔ یہ شب کی تاریک فضاؤں کی چادر آفتاب کی کرنوں سے پاش پاش ہو جائے تو میں اس بستر آرام نہیں بلکہ بستر آلام سے اٹھوں اور انکو ایک عزیز لکھوں دیکھو نہ مجھے کن طریقوں سے اطمینان دلائی کی کوشش کرتے ہیں۔

لے زندگی! لے جمال! آرا کی زندگی! ختم ہو جا! ختم ہو جا کیونکہ تیری رحمتیں ختم۔ تیری اسبابش تیرا ایمان مسدوم با تیرا اقرار مفقود ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

جمال! ما اپنے دل سے اس قسم کی گفتگو کرتے کرتے معمولی سی غنڈگی کے ساتھ سو جاتی ہے صبح ہوتی ہو اور آفتاب کی کرنیں صحن سے تجاوز کر کے کرہ میں آجاتی ہیں خالدہ نامہ اٹھ کر یہ کہتی ہوئی کہ اوہ وراثت کو میں یہیں سو گئی۔ لا حول ولا قوۃ سوا لا خانہ واسلے کرہ پر آجاتی ہے اور جمال آرا کو سوتا ہوا پا کر اٹھتے کہ کبکرا اٹھاتی ہے۔ بہن! بہن! اٹھو۔ صبح ہوئی تم پر تو وہ سوپ بھی آگئی۔

جمال آرا یہ آواز سن کر چونکتی ہوئی اٹھ پڑتی ہے اور آفتاب کو اس قدر بلند ہی پر دیکھ کر کہتی ہیں کہ اُف آج اتنی دیر ہو گئی قرآن شریف بھی آج کالیا اور نماز بھی۔

خالدہ خاتم۔ (مسکرا کر) ہاں جمال آرا کیونکہ وہ جو ان بی نیند ہیں جمال آرا خالدہ! امان سے بچا کر کہہ دو کہ وہ لوے میں صفحہ ہاتھ دھو بیٹھے پانی دے جائے۔

خالدہ بچا کر کہ امان سے پانی لائیکو کہہ دیجیے امان لوٹا لاتی ہے۔ جمال آرا ضرور بات

فارغ ہو کر نمودار سا برسے نام تاشہ کر کے پھر منبر پر آ بیٹھتی ہے حالہ کسی کام سے نیچے چلی جاتی ہے۔ بیال را اب تنہا گریہ میں بیٹھی ہے اور جمال آرا کے ارادہ (حمید کو خط لکھنے) کو کامیاب بنانا چاہتی ہیں اور کہتی ہے کیا میں انھیں خط لکھوں۔

ان لکھوں۔ درخزور لکھوں!

اس کے بعد وہ قلم و دات لیکر ایک کاغذ پر خط لکھنا شروع کرتی ہیں اور انتہائی تیزی و سرعت سے تقریباً ایک صفحہ سے ارادہ لکھتی ہے اور لکھ کر نہایت عجلت کے ساتھ ایک لفظ فرسینہ کو دیتی ہیں اُسے ایک جبرید اسے ہوئے یا ہو اور اسرار میں جو طہران سے شائع ہو کر آتا ہے اس طرح کہندیا کہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ اور اسے پیکٹ کی صورت میں موٹے دبا گئے سے باندھ دیا۔ پیکٹ پر صرف حمید کا پتہ لکھا اور اپنا نام نہیں لکھا۔

طہران میں ایک چھوٹا پاشا نامی اور کے کام کاج کے لیے نوکر رکھا تھا وہ کسی کام سے اتفاقاً اوپر آگیا جمال آرا نے اُسے بلا کر اُس پیکٹ کو مع جبرٹری فارم کے جسے وہ پر کر چکی تھی دیا اور کہا کہ فوراً دکان خانہ میں جا کر جبرٹری کر آؤ۔

وہ بلا کا پیچے اتر کر فوراً جمال آرا کے ہدایات کے مطابق اُسے جبرٹری کرا آیا۔ اور اسکی رسید (جو دکان خانہ سے ملتی ہے) لا کر جمال آرا کو دے دی۔ جمال آرا نے بحفاظت تمام اُسے اپنے صندوقچے میں رکھ دیا۔

ناظرین سخت انتظار میں ہوں گے کہ ہم اس خط کا مضمون جو جمال آرا نے حمید اللہ خان کو بھیجا ہوا ہے۔ ہم آپ کی نظروں کو زیادہ دیر تک انتظار و ارتضا کی تکلیف نہیں دینا چاہتے۔ پڑھیے۔

فصل مضمون خط

میرے قابل عزت حمید۔ خدا تمہیں میرے دل میں سرت کی دنیا آباد کرنے کے لیے قیامت تک زندہ رکھے۔ مدد بیاب کی حالت اس صفحہ قرطاس پر کیسے بیان کروں۔ سخت حیرت میں ہوں کہ میں اپنے دل کی بے قراری اور بے کلی کا اظہار خاموش لفظوں میں کیسے تم تک پہنچاؤں میرے خیال میں تمہارے جذبات کی بستی جاگتی ہے تم اپنی جگہ پر خود اسکا اندازہ لگاؤ۔

تین ماہ سے سوا ہوا جب تم نے اپنے محبت بھرے الفاظ کے خزانہ (خط) سے لوا اتفاقاً لیکر اس کے بعد سے اسوقت تک برابر اور دیر اس سے محروم ہوں۔ میں امید کرتی ہوں کہ

میں نے ار نہیں ہوں۔ جو وقت میرے ہاتھ میں رو پیہ آیا اس وقت سب پہلا کام یہ ہوگا کہ میں قاسم بیگ کو اس کار و پیہ ادا کر دوں۔ لیکن میں اپنی حمیت و شرافت و خود داری اور وقعت کا خون ہونا اور ار نہیں کر سکتا۔ خواہ میری یہ گردن ہمیشہ کیلئے میرے بدن سے علیحدہ کر دی جائے۔ رشیدہ خاتم۔ خیر ہوگا بھی جانے دو۔ ہاں آج بی بی فرزدس مار یہ بھی تھیں۔ وہ بھی حال آرا کی بات حجت کے متعلق کچھ کستی سنتی تھیں۔ میں نے اس کے جواب میں یہی کہہ دیا کہ حال آرا کی دادی ایک جگر ٹھیک کر لیا ہے اس پر وہ چپ ہو رہیں اور کچھ نہ کہنا اور بہت منہ بگاڑ کر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی گئیں۔

نسیم خان۔ یہ سب ہمارے دشمنوں کی سکھائی پڑھائی تھیں۔ ان کے کسی قول و فعل کا اعتبار کیا۔ اہ کیا کہیں کم نعت کو تو ال اگر وہ رو پیہ ہم سے یوں آکر نہ لیجا تا تو اس وقت تک کہ حال آرا کا بیاہ ہو گیا ہو تا۔ اچھا خدا نے چاہا تو اس نفل میں جو کچھ آئیگا۔ وہ بہر حال آرا کے نکاح میں صرف کر دوں گا۔ چاہے جو کچھ ہو جائے۔ قبیلہ میں بیٹو ہنوں کہ جوان لڑکی بیٹھی ہو اور نسیم خان اس کا بیاہ نہیں کرتا۔

رشیدہ خاتم۔ ہاں اللہ کا نام لے کر چھو کر سی کا نکاح ضرور کر دیا جائے۔ اب کی نفل کا رو پیہ بچی کے نکاح ہی میں لگاؤ۔ قاسم بیگ غیرہ کا تھوڑا سا رو پیہ ہو اسے بھی دینا۔ نسیم خان۔ ہاں قاسم بیگ کو تو ابھی دیدوں گا۔ ایک جگر تھوڑی سی رقم بانی ہو وہ آج کل میں ملی جاتی ہے۔ اس عزت خور سے بچھا چھٹا تا ہوں۔

یہ سب بات حجت کر کے نسیم خان اور اس کی بیوی سو جاتے ہیں۔ دن گزرتے کیا دیر لگتی ہے کہ وہ زمانہ بھی آ جاتا ہے۔ کہ وہ نفل تیار ہو کر کٹ چھٹ کر کے بھی لگتی ہے کہ جس کے رو پیہ پر حال آرا کا نکاح موقوف تھا۔

چونکہ نصف ہی پیداوار ایک پائی تھی کہ وہی ظالم کو تو ال مع اپنے حوالدار حیدر وغیرہ کے اس گاؤں میں آہو بچا۔ تمام کاشتکاروں کو اسے حسب سابق خوب ہی لوٹا۔ نسیم خان کو بھی بلایا۔ اور مانگا۔ اس نے کہا کہ

سرکار امیری جوان لڑکی بیاہنے کے لیے لکھ رہیں بیٹھی ہے۔ مجھے رو پیہ کی خود ضرورت ہے۔ میرے پاس ایک پائی بھی نہیں ہے۔ گذشتہ نفل میں میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ سب آپ کو دے دیا۔ اس ظلم کی کوئی انتہا بھی ہے۔ آپ

سہرا کاٹ لیجئے۔ میں آپ کو اس فصل سے ایک چھدم نہیں دے سکتا۔ آپ کو دینا خدا کا حکم ہے نہ رسول کا اور نہ حکومت وقت کا لڑکی کا نکاح کرنا اور دے فرمان خدا اور رسول کے جو ان ہوئے پر فرض اور واجب ہو جاتا ہے۔ میں خدا کا فرض کیا ہوا فرض انجام دوں۔

یا آپ کا ۹۔
نیم خان چونکہ گذشتہ سالوں کی بھی تعدادوں سے ٹھکا ہوا اور جلا ہوا تھا اس لیے اُس نے صاف صاف انکار کر دیا اور دل میں ٹھان لی کہ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔
کو تو اس کی معقول گفتگو نہایت ناپسند ہوئی۔ اور محض قانونی پاس کرنا ہوا اگر کہیں یہ معاملہ اور اور پر نہ جائے۔ اس وقت بظاہر چپ ہو رہا اور دانت میکر رہ گیا۔
لیکن اُس نے اسکا بدلہ یوں نکالا کہ اُس نے علاقہ کے بد معاشوں کو ملا کر اسکے کھلیان میں آگ لگوا دی۔ بیچارے غریب نیم خان کی جو کچھ محنت کا غلہ تھا وہ سب جل کر اٹھ ہو گیا۔ اور اس طرح اس کی یہ فصل جس سے اس بیکس غریب کی کیا کیا اُمیدیں وابستہ تھیں۔ ضائع ہو گئیں۔

نیم خان یہ ماجرا دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ وہ عاجز انتہائی بے کسی کے ساتھ زمین پر بیہوش گر گیا اور دیر تک بیہوش رہا۔ اس لیے کہ اس کھلیان کا جلنا محض کھلیان ہی کا جلنا نہ تھا بلکہ اُس کی اُمیدوں کی بستی کی آتش زدگی بھی تھی۔ اس کا تئناؤں کی ہونیا کا جلنا خاکستر ہو جاتا۔ الغرض ہماری جمال آرا (جو ابھی تک بد قسمتی کے مختلف دوروں سے گزر رہی ہے) نکاح و بیاہ کی وہ شکرین جو اس دوسری فصل سے وابستہ تھیں ایک عرصہ دراز کے لیے دور جا پڑیں۔ نیم خان بیچارہ جو اس روز کے دیکھنے کو زس رہا تھا جس روز اُس کی چیتنی بیٹی کا بیاہ ہونا لگئی سال تک انھیں مالی مشکلات کی مصیبت میں مبتلا رہا۔ جو اُسے اس علاقہ کے جابر حکام اور ظالم منصب اردن کی وجہ سے اُٹھانی پڑیں۔

نیم خان جو سچائی کا پیکر شرافت کا دلدادہ۔ سہون کے حقوق کا محافظ تھا ان کے مصائب سے عاجز آ گیا تھا اور اس ذلت کی زندگی محض اپنی حیات و شرافت کی بنا پر جانش موت کو ترجیح دیتا تھا۔ لیکن اس کی قسمت نے اس وقت اُس کے ساتھ یہ بھی یاد دہانی نہ کی

ظالموں کو آہوں کے شعلوں سے
جلا کر خاکستر کر دوں گی !!!

شعلہ آگ

جمالؔ! رکھنا دغیرہ کھانی کر اپنے اُسی قدیمی بالا خانہ کے کمرہ پر تنہا بیٹھی ہوئی یہ سوچ
یہ کہ میں نے حمید کو جو خط لکھا تھا ابھی تک اس کا کوئی جواب نہیں آیا۔ اسی سوچ میں
میں تھی کہ اماں (گھر کی ماما) کتابوں کا ایک پارسل اور ایک خط لیکر آئی۔ اور کہنے لگی کہ
بی (جمالؔ! ار کی ممانی) نے کہا ہے کہ پارسل تمہارا ہے اور یہ خط دیکھو کس کا ہے۔ کہاں
ہے آیا ہے۔ جمالؔ! رائے اماں سے کہا اچھا جاؤ۔ میں دیکھ لوں گی !!! اماں چلی گئی۔
جمالؔ! رائے تمہاری کو غنیمت سمجھو جلدی سے پارسل کھولا۔ ایک مونی کتاب کے اوراق
ایک خط نکالا اسے پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ خط حمیدؔ کا
ن کا ہے۔

خط یہ ہے۔

میری پیاری اور اللہ علی جمالؔ! آدھا خون۔ خدا تمہیں زندہ رکھے۔
مے خط کے آنے سے دل میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں تمہارے فراق کی تلخ زندگی بسر
ہو رہا تھا ہوں۔ ہاں اس قدر سننے میں آگیا تھا کہ میرا اور تمہارا نکاح گذشتہ فصل میں ہونے
تھا لیکن نہ معلوم کن وجوہ کی بنا پر نہ ہو سکا۔

اب آئندہ فصل جسکو زیادہ زمانہ باقی نہیں ہے۔ انشا اللہ ہوگا۔
کا شکر ادا کر دو رہی سبب لا سباب ہو۔ اپنی خیریت مزاج سے مطلع کرتی رہو۔
تمہاری صوفیہ و الفت کا سچا قدردان

”حمید“

جمالؔ! آریہ خط پڑھ کر اپنے صندوق میں نہایت حفاظت کیسا تھا کٹر دن کی تہ میں رکھ کر
دق بند کرنا بھی چاہتی تھیں کہ پتے سے اُن کی ممانی اُنکین اور کہنے لگین کہ بیٹا یہ کسکا
اعتقا۔ ۹

جمال را۔ عمر جا۔ شرف رکھے سین آپ کو پڑھ کر سنا دین گی۔ (خدا اٹھا کر)
 وہ دیکھتے ہیں کہ میان سب خیریت ہو اور آپ لوگوں کی خیریت
 عرصہ سے جمال را کی خیریت سے بھی مطلع کیجئے۔ جمال را کی نظر پڑتے پڑتے
 معلوم کن الفاظ پر پڑی۔ کہ ایک بار گئی رک گئی اور کہنے لگیں کہ مافی جان تکلیف دہی
 معات! آپ یہ اگے نہیں خالدہ سے پیچھا کر پڑھو العین۔ اس پر جمال را کی مافی نے کہا کہ
 بیٹا۔ وہ کچھ کام کر رہی تھیں اسی لئے میں تمہارے پاس آئی۔ جمال را نے اپنے خاص ادا
 میں کہا۔ بہن جان! کچھ بات ہو اُنھیں سے پڑھو لیجئے۔ جمال را کے اصرار پر
 اُن کی مافی نے وہ خط لے لیا۔ اور پتے جا کر پڑھوایا۔
 وہ الفاظ کیا تھے۔ کہ نہیں جمال را نے دل ہی دل میں پڑھ لیا تھا لیکن مافی کو
 سنا ہے ہوئے شرماتی تھیں۔

وہ یہ تھے کہ

وہ جمال را ماننا اندر سیانی ہو گئی ہیں۔ سچی نے حیات اللہ خان کے ایک کچھ اٹھا کر
 کیا تھوڑا سا جو جس پر ہم لوگوں نے بھی اتفاق کیا ہے۔ غالباً آپ لوگ بھی اسے مناسب سمجھیں
 اور یہ بیاہ گزشتہ فصل میں آپ لوگوں کو میان تکلیف دیکر ہو بھی جانا لیکن میان کے
 کو تو ان نے ظلم کر کے وہ سب روپیہ چھین لیا جو اس نکاح و شادی کے لیے جمع کیا تھا اب
 انشا اللہ آئندہ فصل میں جو تیار ہو رہی ہو اس نیک کام اور شرمعی فرض سے سبکدوش ہو جا
 خالدہ خانم نے سارا خط اپنی والدہ کو سنا دیا۔ سن چکے بعد کہا کہ یہی وجہ تھی کہ بنیا
 پڑھتے ہوئے شرماتی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا اور نہ وہ خط اُس کے پاس کیسے بھیجتی ہے
 ناظرین اپنی توجہ جمال را کی جانب مبذول کریں۔ جمال را اُس بالا خانہ پر بھی
 ہوئی کچھ سوچ رہی ہیں۔ اور یہ کتنی جا رہی ہیں۔

ظالم حاکموں نے مظلوم رعایا کا ناک میں دم کر دکھایا ہے میرے
 غریب باپ کو لوٹ لیا۔ میں ان ظالموں کو اُہوں کے
 شغلوں سے جلا کر خاکستر کر دوں گی۔ مظلومی بھی بہت بااثر
 حربہ ہو۔ ظالم اِظالم اِظالم اِظالم نے کیا یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ
 کبھی نہیں مر سیکے۔ موت کی چھری نہایت بیدردی سے

ان کے حلق پر زلزلہ نذر کے ساتھ ہونا مفاصل کی کلیا جمال اور اس میں بھی کہ اسکے باپ کا خط پھر اسکی مومانی کے پاس آتا ہے جس پر یہ مضمون تھا۔

قیمتوں نے میرے بچھے ابھی تک نہیں چھوڑا۔ بد نصیبی کی گھٹا میں ابھی تک میرے سر پر سناں لاد ہی ہیں۔ ادا دہ تھا کہ اس فصل میں جو کچھ روپیہ لکھا اُس سے جمال اور اسلمہ کا نکاح کر دوں گا جسے کہ میں آپ لوگوں کو پہلے بھی آگاہ کر چکا ہوں لیکن ہنوز سپرد اوار پوری کئے نہیں پائی تھی بلکہ نصف سے کم تک ملی تھی کہ کو تو ال حسب معمول اپنے ساتھ اپنے ہی جیسے انسان غلامین کا ایک گڈ لایا۔ مجھ سے مانگا میں نے معذرت کر دی اہل محنت سے اسکا غصہ اور مشتعل ہو گیا اور اسے بد معاشرتوں سے میرے مہلیان میں آگ لگوا دی۔ غلہ جھکرا کہ کا ڈھیر ہو گیا۔

میری آرزو یعنی جمال اور اسلمہ کا نکاح، دل ہی میں رہی سخت مصائب میں گرفتار ہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کر دوں۔ عہدہ کی بعض پرانے خیال کی عورتوں نے یہاں تک کہد یا کہ لڑکی! (خدا آخو آستہ) منحوس ہے۔۔۔۔۔۔ مجھے اُنکا یہ کہنا بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے سب چھوٹے بڑوں کو دعاؤ سلام اور اپنی سب کی خیریت سے آگاہ کر دو۔

دوست
”نیم خان“

اس خط کے آنے سے گھر بھر پریشان ہو گیا۔ فتنہ رفتہ اس کی خبر جمال اور اسکی ہو گئی۔

اس خبر نے جو کچھ جمال آرا کے گزار مان و معمر ازا کو دل پر اثر کیا ہو گا وہ اسی کے دل سے

پھینکا جائیے۔

جمال آرا اس خبر کو سن کر ابدیدہ ہوئیں اور بالاخانہ واسے کر رہ جا کر خوب خوب دل کھول کر
دوہین اور اپنی قسمت پر لعنتیں اور پھٹکارین بھیجتی رہیں۔ سارے کنبے لگیں۔ اہل بین میرے نکاح سنوئی
وہا کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ والد صاحب کے پاس رو پیہ نہیں ہے اور اگر رو پیہ ہوتا بھی ہے
تو ظالم حکام ہر ممکن سے ممکن صورت سے اُسے وصول کر لیتے ہیں۔ میرے ہی ملک اور علاقہ
میں یہ معلوم کتنی حسرت بھری خواتین ہوں گی جن کے جذبات محض اُن کے والدین کے بے زور
ہونے اور مفلس و مظلوم ہونے کے سبب سے بامال ہو رہے ہوں گے۔

میں عورت ہوں۔۔۔۔۔ کیا میں کچھ کر سکتی ہوں۔ ہاں کر سکتی ہوں اور بہت کچھ
کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔ میں پہلے انسان ہوں اور بعد کو عورت لہذا مجھے مظلوم انسانوں
کی مدد کرنی چاہیے۔ خواہ وہ کسی صورت میں بھی ہو۔ ہاں میرا نکاح ان مردود انسان خور
انسانوں نے والد کو لوٹ کر آج گلیا کی جلا کر نہ ہونے دیا خدا ان کے دلوں کو جلائے
خدا ان کے جسموں کو خاکستر کرے۔ آمین

اتفاق سے ان ہی دنوں میں جمال آرا کی ایک دور رسیکہ رشتہ کی بہن جنکا نام ابوظہر
ہے اور جو اپنے گھر کی زمیندار ہونے کے ماسوہیت بالشرہ ہیں۔ جمال آرا سے ملنے کے لیے
اپنے گاؤں اعظم آباد سے یہاں آئیں جن میں جمال آرا سے ملتی ہیں۔ انہیں پریشان و متفکر
دیکھ کر پوچھتی ہیں۔ جمال آرا! تماری آج کل یہ کیا حالت ہو رہی ہے خیر تو ہے میں نے
تم کو تمام عمر استعد رخصت اور بیمار صورت بنین دیکھا۔

جو تکہ جمال آرا اور رابعہ خانم میں کسی قسم کا لگاؤ چھپاؤ نہ تھا اس لیے اُنہوں نے تمام
واقعہ نہایت صفائی سے کہہ دیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ میرے اور تمہارے قدیم و محکم تعلقات
میں اس بات کی مستحق تھی کہ میں تم سے ان تمام باتوں کو بیان کر دوں لہذا تم محض دوستی
و محبت کا پاس کر ستم ہوئے کسی سے نہ کہنا۔

رابعہ خانم نے خلوص بھرے لفظوں میں کہا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے اطمینان رکھو
آج ہمارے اوپر جمال آرا یہ بے اطمینانیاں۔ تو بہ کرو۔ تو بہ کر۔

جمال آرا نے اس کے جواب میں کہا کہ نہیں مجھے تم پر اطمینان نہ ہوتا تو یہاں ہی کیوں کرتی

تم اسکا خیال نہ کر دین سے یوں ہی کہدیا۔

رابعہ خانم چلو چارہ حقہ ہمارے بیان چلی چلو۔ رہ آؤ چکر۔ تمہاری طبیعت بھی پہلے اور میری بھی۔ تم تو بہت دلوں سے نہیں آئیں۔ میں نے کہا تم تو آئیں نہیں۔ میں ہی تمہیں دیکھ آؤں اور تمہیں گھسیٹ لاؤں۔

جمال آرا۔ مجھے کوئی اس سے برتر تو نہیں چلی چلی لیکن ممانی اجازت نہ دینگے۔ رابعہ خانم۔ ممانی کون۔ خالہ کی ماں اگر میں ان سے اجازت دلاؤں تو چلی چلو گی۔ جمال آرا۔ تو پھر مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے۔

رابعہ خانم نے خالہ خانم کی ماں سے کہا کہ آج کل جمال آرا کی تندرستی ابھی نہیں ہے۔ لہذا آپ مجھے اجازت دین کہ میں انہیں کچھ دلوں اعظم آباد لے جاؤں ان کی آب و ہوا بیان سے ابھی ہے۔ خالہ کی ماں نے کہا کہ ماں ماں ان کی خوشی وہ بھی انکا گھر ہے۔ طبیعت چاہے چلی جائیں۔ رابعہ خانم نے کہا کہ آپ ہی ذرا ان سے کہہ دیں وہ میری بات کا اعتبار نہ کریں گی۔

خالہ کی ماں نے پیچھے ہی سے جمال آرا کو پکار کر کہا کہ بیٹا! اگر طبیعت چاہتی ہو تو اپنی بہن رابعہ کے پمان کچھ دلوں کے لیے ہو آؤ۔ جمال آرا نے جواب میں کہا کہ بہت اچھا سو ممانی جان!۔

الغرض دچار روز رہنے کے بعد جمال آرا رابعہ خانم کے ساتھ انکے گھر اعظم آباد گئیں وہاں کچھ دلوں تک ادھر ادھر کی بات چیت میں جمال آرا کی طبیعت بہلی رہی۔ بالآخر وہ جذبات محبت جو فطرت نے اس بیکر خلوص خاتون میں ودیعت کر رکھے تھے پھر دریائے محبت کی طرح جوش زن ہوئے۔ اور حمید کا خیال۔ نکاح نہ ہونے کے تفکرات نکاح نہ ہونے کے وہ اسباب جنکے تخیلات ہر وقت جلوہ گر ذہن رہتے تھے۔ پھر اُنڈے اور اُنڈے کے جمال آرا کی طبیعت پر ایک حیرت انگیز اثر کرنے لگے۔ اسلئے کہ دل میں یہ خیالات پیدا ہوئے۔ پہل میں میرا نکاح ان ظالم حکام نے میرے والد کو لوٹ کر ان کے گھلیان میں آگ لگا کر نہ ہونے دیا۔ اور اسی امید میں ہی میں گذر گئے۔ لہذا مجھے ان تدابیر پر غور کرنا چاہیئے جن سے ان ظالموں کا ظلم مظلوموں کی نظروں سے بالکل بے وقعت ہو جائے اور ان انسان نامیہ یوں کو پھر اس قسم کی تعذبات نہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

اُس نے اپنے انہیں مبارک خیالات کے متعلق اپنی رفیقہ صادقہ رابعہ خانم سے مشورہ کیا۔ رابعہ بھی تسلیم یافتہ خاتون تھی۔ اُس نے کہا کہ بھائی! تمہارا خیال بہت صحیح ہے، لہذا اس کام کی سوتھاپ کو لیتی اور مجھ کو اس اہم امر کی متعلق غور و تدبیر کی انگلیں کھولنی چاہئیں۔

جمال آرا نے لکھی درود سوچنے بچنے کے بعد رابعہ خانم سے کہا کہ تم مجھے ایک مردانہ لباس بنوادو اور تم اپنے اور میرے بھید وین سے کسی کو مطلق آگاہ نہ کرو حتیٰ کہ میرے گھر والوں کو بھی۔ آج کل تم گھر میں اکیلے ہو اور اگر بھین تو ملائیں ہیں۔ میں اس کمزور و ظلم و جور کا مقابلہ کروں گی اور حق کو باطل پر انصاف نہ کر ظلم پر انصاف نہ کر وحشت پر غالب کر کے دکھاؤں گی۔ رابعہ خانم نے کہا کہ چچم اور تم ہم مقصد میں لاندہ اطمینان رکھو یہ بھید کسی پر آشکارا نہ ہو جائیں گے۔

رابعہ خانم نے اپنی رفیقہ جمال آرا کی فرمائش سے ایک مردانہ لباس جو اسکے بدن پر بالکل ٹھیک لگے درزی سے لکیر تیار کروادیا۔

ناظرین کی عقل و فہم پر ہم اس قدر زور دینا چاہتے ہیں کہ وہ اسی مقام پر سوچ رکھیں کہ جمال آرا نے یہ مردانہ لباس کس لیے پہن لیا ہے۔۔۔۔۔

جمال آرا رابعہ خانم سے کہتی ہیں۔ کیا تم خیال کر سکتی ہو کہ میں اپنے ان پاک مقاصد اور سفید مدعاؤں میں کامیاب ہو سکتی ہوں؟ رابعہ خانم کے جواب میں کہتی ہیں کہ ہاں۔ انشاء اللہ تم ضرور کامیاب ہو گی۔ کیونکہ تمہارے پہلو میں جود ہے وہ خلوص کا ایک ٹکڑا ہے۔ خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اس سے مدد مانگو۔ دنیا کی تمام باطل قوتیں حق و صداقت کی قوت کے سامنے ایک حقو معطل سے زائد حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔

ناظرین اس مقام پر سوچیں کہ ہمارے ناول کی ہیروئن جمال آرا کیا کرنا چاہتی ہیں؟

ظالموں کے مٹانے کی اہم تحریک تمام علاقہ کو مل اندر

ابدی آزادی۔ ظالموں کا استیصال

مظلوموں کی آہیں رنگ لائیں!!

اعظم آباد سے میں مل پر ایک بہت بڑا قبیلہ پہاڑوں کے دامن میں آباد ہے جس کا نام "سٹار" ہے۔

ہے۔ یہ قصبہ اس نواح میں کاشتکاروں کا سب سے بڑا قصبہ ہے اور غلہ کی منڈی بھی ہے۔ رات کے ساڑھے سات بجے میں قصبہ کے باہر ایک بہت بڑا مجمع نظر آ رہا ہے جس میں نہ صرف سحان آباد ہی کے لوگ ہیں بلکہ دس دس میل اور بیس میل پر جو گاؤں آباد ہیں وہاں کے لوگ بھی کثرت کے ساتھ نظر آ رہے ہیں۔ یہ جلسہ مردوں عورتوں سے بھرا ہوا نظر آ رہا ہے اس مجمع کے وسط میں ایک چھوٹا سا تخت ہے کہ جس پر دو آدمی بٹھائی ہوئے ہیں ایک بیٹھا ہوا اور دوسرا نہایت خوبصورت نوجوان جس کی دھار بھی موچھیں نام کو بھی نہیں معلوم ہو تین گھڑا ہوا انہما بیت چوٹیں دھڑکتی ہیں کے ساتھ مخاطبین سے خطاب کرتے ہوئے تقریر کر رہا ہے حاضرین بالکل ساکت و صامت دیوار کی طرح جب گھڑے ہوئے اس کی تقریر سن رہے ہیں۔ ہمارے ناظرین اس وقت اس توشیح میں ہوں گے کہ یہ تقریر کس قدر دلپذیر ہو گئی جس نے تمام حاضرین پر ساحرانہ اثر کر رکھا ہے۔ اور کیا ہوگی۔

ہم آپ کو زیادہ دیر تک بیقرار رکھنا نہیں چاہتے بیٹھے یہ تقریر تھی جو ادھر تو سحان آباد کے فقہاء میں گونج رہی تھی یا فرد دوسری طرف باطل قوتوں کے قیامت تک کے لئے فیصلے کر رہی تھی۔

اے میرے بھائیو! اور بہنو! میرے عزیز زاد اور بزرگو! وقت اگیا ہے کہ تم سیدار ہو وقت اگیا ہے کہ اپنے آپ کو پہچانو! وقت اگیا ہے کہ اپنی قدر کرو۔ اگر تم سیدار نہ ہو گے اگر تم اپنے آپ کو نہ پہچانو گے۔ اگر تم اپنی آپ قدر نہ کرو گے تو جانے ہو کیا ہو جاؤ گے صفحہ ہستی سے معدوم ہو جاؤ گے۔ ہمیشہ کے لیے مٹ جاؤ گے اور دنیا کی اس لمبی چوڑی زمین میں محض ظالموں اور جاہلوں کے لیے چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ خدا کی پاک زمین کو اپنے ظلم و جور کی آلودگیوں سے ناپاک کریں۔

میں تم کو تہادی گم شدہ شے کہیں دلا نا چاہتا ہوں۔ اور وہ صرف آزادی ہے حریت ہے حقوق انسانی ہیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گاؤں کے پستون کی کھیتی تمہارے بیٹوں کے بجائے اس علاقہ کے ظالم حکام کے ہن آؤ پڑ کر رہی ہے۔ اور تم مخد کیستے ہی دیکھتے رہ جاتے ہو۔

تین اس سے ایک دانہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔

تم سے ظلم سے نہیں وصول کیا جاتی ہیں۔ تم سے ظلم سے غلہ وصول کیا جاتا ہے۔ تم سے

ظالم سے تمہارے انسانیت کے حقوق پھینے جاتے ہیں۔ پھر بھی ظالم تم کو ٹھکراتے ہیں دلیل سمجھتے ہیں۔ اور زراعت پریشہ سمجھتا ہے ساتھ جاؤروں سے بدتر سلوک کرتے ہیں۔

آہ میں وہ الفاظ کہان سے لاؤں جو تمہارے دلوں میں زخم نہیں بلکہ گہرے شگافی ہیں کاش تم دیکھو کہ میں تمہارے سامنے کیا دکھائیں گے آیا ہوں۔

عقین تم کو تے ہو۔ دھوپ میں تم جلتے ہو۔ پسینہ سر سے اڑ رہا ہے۔ تم گرم لوہوں کے ٹکڑے ہو رہے ہو۔ پیاد ہو ہو کہ کھیت تم جاتے ہو۔ اور زمینوں میں ہل تم چلاتے ہو۔ لنگڑے ہو ہو کہ تم پوٹ لگاتے ہو اور انکو سمجھتے ہو۔ لیکن مجھے خدا کے بیٹے سے بتاؤ کیا اسکا اثرہ اسکا حاصل تم کھاتے ہو۔ یا تم ظلم سے مرعوب اور قہر سے غمور ہو کر علاقہ کے ان ظالم حاکموں کے غور کرتے ہو۔

یاد رکھو کہ ایک فرد در کے پسینہ کا ایک قطرہ بادشاہ کے خون کے چھوٹے ہوئے فوارے سے زیادہ قیمتی ہے! پس اپنے پسینہ کے قطرہ کی تم خود قدر کرو کیونکہ وہ موتیوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔ ان ظالم حاکموں کو نہیں معلوم کہ وہ اپنے منصب حکم پر جو اس قدر ہست ہو کہ آئینہ جو درم ہو جاتے ہیں اسکا نام انسانیت کے دائرے سے نکل کر وحشت کے حلقہ میں ہو جاتا ہے۔ حکام بخود سے غریب دیکھیں کہ ان کے پاؤں کا دھوون زیادہ وقت رکھتا ہے کیا تم نے نہیں سنا؟

قطرہ آب وضوئے قبر

در بہا بر تر ز خون قیصر

اے بزرگو! ٹھوکر تمہاری انسانیت ذبح کی جاتی ہے تمہارے حقوق کا خون

کیا چاہیے۔ تمہارا شمار کتون اور بلیوں کے ذمہ میں کیا جاتا ہے۔

اور یہ سب سبب کے اس علاقہ کے قبیلوں میں باہمی اتفاق نہیں ہے۔ تم سب متفق

ہو جاؤ۔ اور متحد ہو کر ظالم قوتوں کو حقانیت و صداقت خلوص و پاکیزگی کے تیز

ہتھیاروں سے حلال کرو۔ اور ایسا ذبح کرو کہ پھر قیامت تک زندگی کی ایک سانس

بھی نہ رہ سکے۔ اگر ایسا کر دے گے تو تم آزاد ہو۔ خدا کی اس آزاد زمین پر آزاد مخلوق

ہو تمہیں اسکے لیے اتنا زمین بہت کچھ ایشیاد و قریب انسانی کرنی پڑیں گی۔ لیکن بعد کو

اس کا فائدہ بھی ہمارا ہی ہے جس طرح تم شروع میں محنت کرتے ہو اور بعد کو پیداوار کاٹتے ہو اسی طرح شروع میں تم تکلیفیں اٹھاتے ہو اور میرا یہ جملہ یاد کرو کہ صنعتی عمل پر بھی زمین والی سیاہی سے لکھ لو کہ

آزادی ایک خوبصورت اور نازک حریر ہے جو اپنے مہر میں تم سے ہمارے خون کے چند چمکتے ہوئے قطرے مانگتی ہے۔

پس تمہاری رہنمائی کے لیے۔ اس قصبہ میں بھی

”انجمن حقوق و مساوات انسانی“

کی بنیاد ڈالی جاتی ہے۔ اسی کے زیر اثر کام کرو۔ اور جو کچھ تیلے اسپر عمل پیرا ہو وہ چمکتا ہوں الفاق کرو الفاق کرو۔

اگر عزت سے رہنا چاہتے ہو۔ الظالمون سے بدلہ لینا چاہتے ہو تو الفاق کرو۔ غرض کہ یہ تقریر بہت طویل ہو اسکا اثر تمام حاضرین پر اسقدر پڑا جو احاطہ فرمے سے بالکل باہر ہے۔ بہون نے انجمن مذکورہ کے ماتحت ہو کر کام کرنے پر عزم کیا۔ اور باجمہر قبیلہ نے دوسرے معذرت کے ساتھ خلوص سے اسی مصالحت کر لی۔ انجمن محافظہ حقوق و مساوات انسانی، کی شاخیں اس علاقہ میں سرگاوڑن اور سرہر قصبہ میں قائم ہو گئیں۔ اور اس تحریک کا بہت زور و شور کے ساتھ شروع ہو گیا۔ ظالمون نے لاکھ طریقوں سے اس بڑھی ہوئی تحریک کو روکنا چاہا لیکن کام کرنے والوں کے خلوص و جرات کے سامنے انکی کچھ نہ چلی۔

مختور سے ہی دنوں میں یہ تحریک اسقدر کامیاب ہوئی کہ آنے والی فصل کے موقع پر ظالم و جابر عالم کو اس کی جرات نہ بڑھ سکی کہ وہ کسی غریب کا شکار کے بیان جاگو پچھنہ سے غلبہ کے دودانے یا دو کوڑیاں مانگے۔

کچھ دنوں میں وہ تمام علاقہ جو غربت کے پلیگ میں مبتلا تھا ایک سرمایہ دار علاقہ بن گیا۔ اور بے زری کی وہ عام شکایت جو اس علاقہ میں پہلے تھی بالکل دفع ہو گئی۔

جمال ابراخاٹون اور حمید اللہ خان کا مکمل

دھال کی لطف اندوزیاں

جب تمام علاقہ سرمایہ دار ہو گیا تو نسیم خان کے پاس بھی کافی روپیہ جمع ہو گیا اور اب

دُنیاں اسکا حقیقی موقع لگایا کہ وہ اپنے دل کی آرزو۔ (یعنی جمال آرا کا کھلج) پوری
 کرین۔ چنانچہ تاریخ مقرر ہوئی۔ اور اس سے تمام اعزاز اور ملنے والوں کو اطلاع
 دی گئی۔ اور آخر اچھ داغ، سے نسیم خان کے یہاں بارات آئی۔ بالآخر ان دونوں
 محروم وصال محب و محبوب کا کھلج ہو گیا۔ اور خدائے تعالیٰ نے ہر دل کو اسکا بھر پور
 موقع دیا کہ وہ اپنی آرزو میں نکالیں۔

خاتمہ

کیا راز مہتا !!!

ناظرین بادقار۔ یہ دونوں خرمیک اٹھائے نالے اشخاص جنکو اپنے سحان آباد
 کے جلسہ عام میں دیکھا تھا کون ہیں اور ان میں سے جو شخص فقر پر گر رہا تھا اسکا
 کیا نام ہے۔ اس کا بھید آپ کو۔ جمال آرا اور حمید اللہ کی اس گفتگو سے معلوم
 ہو سکتا ہے جو شادی ہوئے کے بعد ان دونوں میں ہو رہی ہے۔

حمید اللہ۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہم دونوں کو جائز طور پر یکجا کر دیا۔
 ہمارا تہوار ایسا کامیاب لگئی سال سے تھا نہ معلوم اتنی دیر کیوں ہو گئی۔
 جمال آرا۔ (زور سے ہنسر) کیوں صاحب کیئے اچھے اپنے آج سے چند روز پہلے کسی اور جگہ دیکھا تھا۔
 حمید اللہ (حکیر میں اگر) این نہیں نہیں تو تم کہاں ملتین۔ کچھ دوز ہوئے خرمیک حقوق
 و مسادات انسانی، کے اخراج وابتدا کے لیے ایک شخص میرے پاس آیا تھا اسکی صورت
 بالکل تم سے ملتی تھی وہ بہت ہی بڑا مقرر دانا۔ فہم اور سجدہ آرمی تھا۔

جمال آرا۔ تمہاری کوئی چیز اس کے پاس رہ گئی تھی۔
 حمید اللہ۔ ہاں اُس نے ایک مرتبہ میری انگوٹھی اپنے ہاتھ میں پہن لی تھی اور میں نے اسکی۔
 جمال آرا۔ بیان (ہاتھ کی چھٹیا دکھا کر) دیکھو یہ انگوٹھی ہے۔
 حمید اللہ (عجب میں) ہاں خدا کی قسم یہی انگوٹھی ہے ذرا تو صورت قریب لانا صلوٰت دیکر

اچھا پہچان لیا۔ یمنین مردانہ لباس میں میرے پاس آئیں تھیں۔ بڑا کمال کیا تم کیسے نکل
آئیں تھیں۔

جمالؔ دلنے سارا قلعہ الدین کی غربت کا کلمہ سنایا۔ اور کہا بے زری ہمیشہ ہماری تھی
مواہلت و نکاح میں ماقع رہی۔ میں اپنی ایک رفیقہ راہو خانم سے مشورہ لیکر ظالم اہل
حکومت کے امتیصال کے لیے مردانہ لباس پہنکر چار پانچ روز کے لیے نکلی اور سب سے
پہلے تمہارے پاس آئی۔ یمنین اپنا ہم خیال کر کے ساتھ لیا۔ سچان آباد میں تقریر کی
اور میں نے اپنی یہ خدمت تمکو اور تمہارے ہی جیسے مستقل مزاج لوگوں کے سپرد کر دی
اور میں کھو والوں کے خوف سے نصف ہفتہ کے اندر ہی اندر پھر الجہ خانم کے گھر آ گئی۔
جہان سے گئی تھی اسکے بعد مافی کے یہاں جہان تمہارے خط جاتے تھے لگی۔ اسکے
بعد والد نے بلا بھیجا۔

الغرض اسقدر نکالیف و مصائب ٹھٹھانے کے بعد جمالؔ آرا اور حمید اللہ میں نکاح
ہو گیا۔ اور جمالؔ آرا ہمیشہ کے لیے دنیا میں اپنا پردہ پگندہ اچھوڑ گئی۔ جو آج بھی
احساس کرنے والی قوموں کے لیے ویسا ہی سود مند ہے جیسا کہ اس وقت ثابت
ہوا۔

ختم شد

فصیح انصاری اناوی
(اسیونی)

بوالہوس ننگالی

ایک بوالہوس ننگالی کی شہوانی ناکامی
 کو شششون کلامت شکر انجام
 بار بار در محبوب ہک رسانی
 اور پھر ناکام واپسی ایک
 عجیب و غریب ظریفانہ
 رنگین - پردہ کر
 دیکھتے سنتے
 لوٹ جائے گا
 نہایت عجیب
 اور نتیجہ خیز
 ناول ہے
 قیمت
 چار آنے
 بہت بڑی جاکد کا مالک ہونا - والدین
 کا خوش ہونا - قیمت صرف
 ۱۲

ایک فادار لڑکی کا فائدہ بخت جبر و استقلال کا
 کامیاب نیچے خلوص اور ایثار کا پیرس
 کی کامیابی - دلگداز فائدہ ہے
 قیمت ۱۲

ناول

لاڈو بیگم کے روزانہ سنے ہوئے
 لاڈو بیگم کا انجام
 بد مزاجی اور جھگڑے کا
 فات پات صورت و شکل کی بڑی
 لیکن اس کی بد مزاجی نے گھر کو درخشاں بنا دیا
 نانی کی شوگردن سے بچنے کا
 آواز لاڈو بیگم کی غلبہ مابست ہوئی
 اور اس نے اپنے اخلاق کی
 بدولت خاندان کو
 خوش کامیابی کی زندگی مقصود کر لیا - کالج لائف
 کی خوش نظیریاں -

در و عشق

عشق و محبت کے دو قصے جو ایک ساتھ شروع ہو کر ایک ساتھ اچھے انجام پر
 ختم ہوتے ہیں عشق صادق کے کرشمے زندہ ولی اور
 عشق و محبت کے دو قصے جو ایک ساتھ شروع ہو کر ایک ساتھ اچھے انجام پر
 ختم ہوتے ہیں عشق صادق کے کرشمے زندہ ولی اور

مہر الی بندوق

ایک اور بھی ہوئی بندوق سے ایک
 کی جبر و اختیار
 قیمت ۱۲

صیق مکیڈو

ایک اور بھی ہوئی بندوق سے ایک
 کی جبر و اختیار
 قیمت ۱۲

شیطان زراہ

آپ کی حرکات نام ہی سے ظاہر
ہیں پڑھئے اور لوٹ لوٹ
ہو جائیے ایک شمسیر لڑکے کی
حیرت انگیز شرارتوں کا چھپ
منہ ہے۔ قیمت ۴

میان پوت

بالکل نوکھا اچھوتا اخلاقی طریقہ
نا دل جسے پڑھ کر خواہ مخواہ ہی
آتی ہے زبان اودیت کا بہترین
نمونہ ہو لیکن جو لوگ سچ مع
میان پوت ہیں وہ ہرگز نہ ہرگز
درغا اس آئینہ میں اپنی صورت
دیکھیں گے۔ قیمت ۴

سرب فیشن

ایک یورپین تہذیب کے
دلدادہ کی پیر و داستان
محبت کا معاملہ تسلیم و تجارت کا
موازنہ۔ اغیار کی نگاہ کا نتیجہ۔
ہندوستانی نوجوانوں کے لئے
دیکھو پوسٹ آموذ قیمت ۶

بہادر ترک

ایک بہادر ترک کی جان بازی اور
سرفروشی ترکوں اور روسیوں کے
جان توڑ مقابلے اس کتاب کی
جان میں شجاعت اور دلیر کی طرح
قیمت ۶

انجام محبت

محبت کا دردناک انجام ناخبر بہ کار
اور اٹھ لوگوں کی خفت خیز
اٹھکھیلیاں۔ بڑے کام کا بڑا
انجام۔ بے پروگی کا برا نتیجہ۔
قیمت ۴

قیمت ۶

قیمت ۴